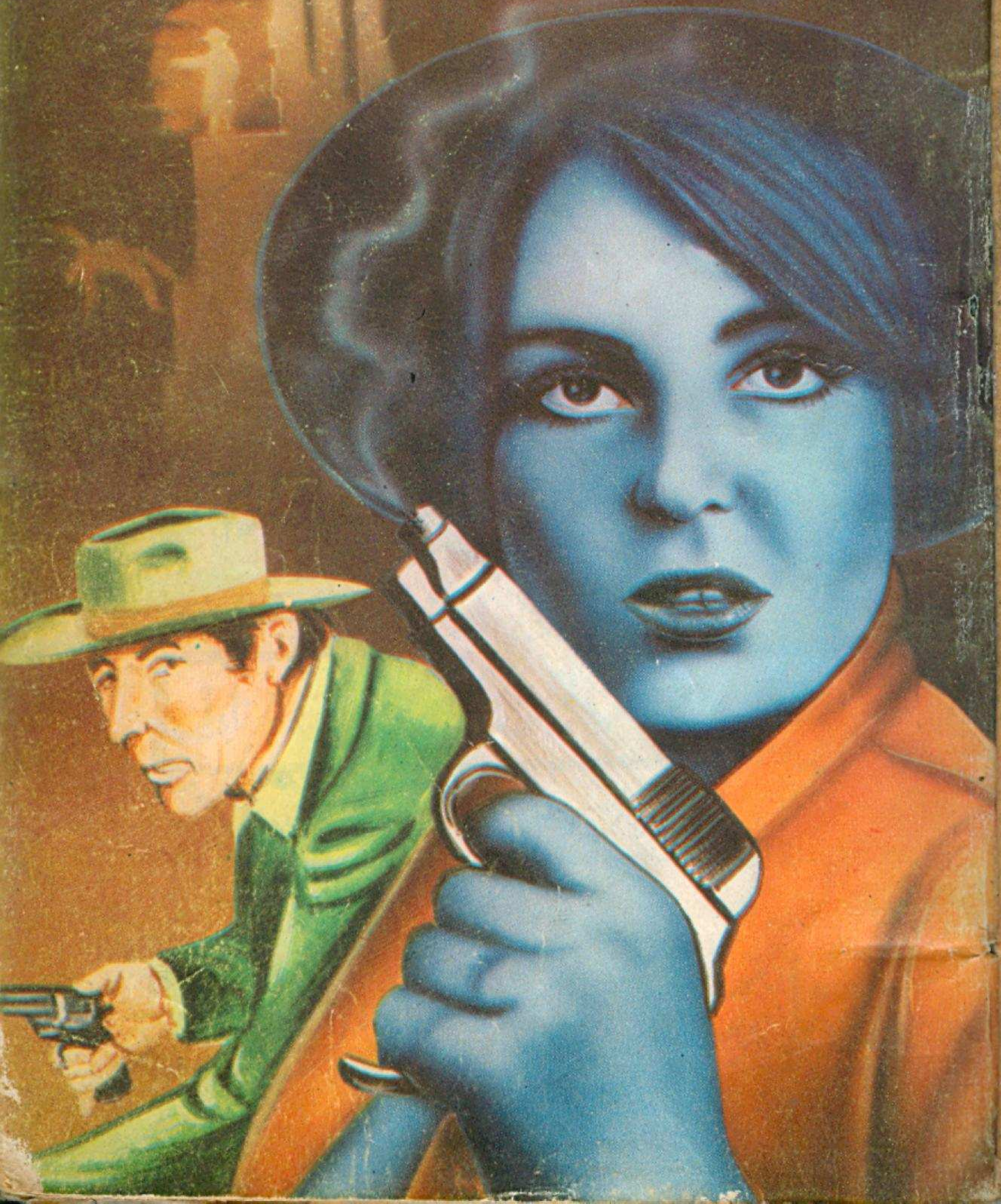
عمران سیریز



کنگ آف کرائمز

مصنف
اسلم راہی ایم اے



ناشر
حفیظ سنز چوک اردو بازار، لاہور ۲

نام کتاب ــــــــ کنگ آف کرائمز
مصنف ــــــــ اسلم راہی ایم اے
ناشر ــــــــ محمد علی قریشی
مطبع ــــــــ منظور پریس، لاہور
بار دوم ــــــــ ۱۹۸۴ء
قیمت ــــــــ 15 /- روپے
تعداد ــــــــ ۱۱۰۰

اس ناول کے تمام کردار، مقامات، واقعات فرضی ہیں۔ مصنف یا پبلشرز پر کوئی ذمہ داری نہیں۔

وہ یورپ کا ایک ساحلی شہر تھا جس میں رات کے گیارہ بجے عرفان اور ایڈتا بندرگاہ کے علاقے میں ایک بیس منزلہ عمارت کے سامنے ٹیکسی سے اترے تھے۔ سڑکوں پر ٹریفک کا زور کم ہو چکا تھا۔ رات بھیگ گئی تھی۔ لیکن اور نم آلود سمندری ہوائیں کاہلی پیدا کر رہی تھیں۔

عرفان اور ایڈتا دونوں پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے اس بیس منزلہ عمارت کے پاس آکر رک گئے۔ ایک تاریک کونے میں کھڑے ہو کر تھوڑی دیر تک انہوں نے آپس میں رازدارانہ سرگوشی کی اور پھر عمارت میں داخل ہوئے تھے۔ اندر لفٹ مین اونگھ رہا تھا۔ عرفان نے اسے آواز دے کر پکارا۔ وہ اٹھا اور آنکھیں ملتے ہوئے عرفان سے انگلش میں پوچھا۔

"کس سے ملو گے۔؟"

عرفان نے بھی انگلش میں جواب دیا۔

پانچویں منزل پر مسٹر فورڈ سے۔

جو ایک غیر ملکی اخبار کے نامہ نگار ہیں؟

ہاں - بالکل وہی -

لفٹ مین آگے بڑھا اور لفٹ کا دروازہ کھول دیا - عرفان اور ایڈنا خاموشی سے لفٹ میں گھس گئے اور پانچویں منزل پر جا اترے تھوڑی دیر تک وہ ایک خاصی چوڑی گیلری میں ادھر اُدھر گھومتے رہے - اور پھر ایک جگہ مسٹر فورڈ کی نیم پلیٹ دیکھ کر وہ رُک گئے - دونوں نے ایک دوسرے کی طرف عجیب طرح سے دیکھا -

عرفان نے ہاتھ کے اشارے سے ایڈنا کو وہیں کھڑا رہنے کو کہا - خود وہ لفٹ کی طرف آیا - لفٹ مین لفٹ نیچے لے جا چکا تھا - وہاں سے مطمئن ہو کر وہ پھر ایڈنا کے پاس آیا - اور دبے پاؤں ذرا آگے بڑھتے ہوئے اس نے دروازے کے شیشے میں اندر جھانکا - کمرہ خالی تھا - شاید وہ نشست گاہ تھی -

عرفان نے جیب سے ہیرے کا پین نکالا - شیشہ کاٹ کر دروازے کا اندرونی بلٹ کھول دیا اور دو اس نشست روم میں داخل ہو گئے اب وہ اس کمرے کے اندر ہی ایک دروازے پر کھڑے تھے - عرفان نے شیشے میں سے پھر جھانکا - کمرے میں زیرو بلب روشن تھا - اور غیر ملکی نامہ نگار مسٹر فورڈ اور اس کی جوان اور حسین بیوی اندر سوئے ہوئے تھے -

ایک دم عرفان پیچھے ہٹ گیا - اور ایڈنا کو بھی بازو سے پکڑ کر کھینچ لیا - کمرے کے اندر مسٹر فورڈ اور اس کی بیوی جاگ اٹھے تھے - شاید انہوں نے عرفان اور ایڈنا کے قدموں کی آواز سن لی تھی - دونوں فوراً اپنا لباس درست کرتے ہوئے دروازے کی طرف لپکے - عرفان

ایڈنا کو کھینچتا ہوا نشست گاہ سے نکل کر گیلری میں آ گیا - اتنی دیر تک فورڈ اور اس کی بیوی ماریا بھی دروازہ کھول کر نشست کے کمرے میں آ گئے تھے -

عرفان کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا - اس نے ایڈنا کو ایک جگہ کھڑا کر دیا - لپک کر گیلری کی دیوار سے لگے ہوئے مین سوئچ کو آف کر دیا - پانچویں منزل پورے اندھیرے میں ڈوب گئی تھی - عرفان بھاگتا ہوا واپس آیا اور ایڈنا کے دیکھتے ہی دیکھتے نشست کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے ایک لمبی جست لگائی اور کسی چیز کے اوپر گرا تھا -

ایڈنا گھبرائے ہوئے انداز میں دروازے کی اوٹ لے کر اندر اندھیرے میں دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی - کمرے کے اندر سے اسے تھوڑی دیر تک مُکّے برسنے اور کراہنے کی آوازیں سنائی دیتی رہیں - پھر گہری اور پراسرار خاموشی طاری ہو گئی - جو کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی -

اتنے میں ایڈنا کو عرفان کی مدھم سی سرگوشی سنائی دی -

ایڈنا! مین سوئچ آن کر کے فوراً اندر آ جاؤ - بجلی آف ہونے کی وجہ سے شاید کوئی مین سوئچ کے قریب آ جائے - ایڈنا بھاگتی ہوئی مین سوئچ آن کر آئی - اور کمرے میں داخل ہو کر اندر سے بلٹ چڑھا دیا - اس نے دیکھا عرفان کمرے کے وسط میں کھڑا تھا اور اس کے سامنے قالین پر مسٹر فورڈ اور اس کی بیوی پڑے ہوئے تھے - دونوں کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ لگی ہوئی تھی -

عرفان نے دونوں کو بازوؤں سے پکڑا اور انہیں گھسیٹتا ہوا اسی کمرے میں لے گیا جس میں کچھ دیر قبل وہ سوئے ہوئے تھے۔ ایڈنا بھی اسی کمرے میں آ گئی اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ عرفان جب کمرے کے وسط میں پڑے ہوئے ٹیلیفون کی طرف بڑھا۔ تو ایڈنا نے پوچھا۔

کیا کرنے لگے ہو؟

عرفان نے ریسور اٹھاتے ہوئے کہا۔

یہاں جو ایکسٹو کا ایک ایجنٹ ہے اسے فون کرنے لگا ہوں۔

کیوں؟

ان دونوں کو لے جائے اس نے فورڈ اور ماریا کی طرف اشارہ کیا۔

ایڈنا خاموش ہو گئی۔ عرفان جونہی فون کے ڈائل پر نمبر گھمانے لگا۔ کمرے میں ایک بھیانک اور غراتی ہوئی آواز گونجی۔

عرفان!

عرفان چونک پڑا اور وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا تاہم وہ آواز پہچان گیا وہ ایکسٹو کی آواز تھی اور وہ عرفان کو مخاطب کر کر رہا تھا۔ عرفان نے بڑی جلدی سے کہا۔

یس سر!

ایکسٹو کی آواز کمرے میں گونجی۔

فورڈ اور ماریا کا فکر نہ کرو۔ یہاں ہمارا جو ایجنٹ ہے وہ ابھی آ کر انہیں لے جائے گا۔ تم دونوں ان کے فنکشن کو سمجھ گئے ہو؟

یس سر! میں نے پچھلے آٹھ دنوں میں ان کے روزمرہ کے کام ان کے

دوستوں، ملنے والوں اور ان کے دوسرے مشاغل سے پوری طرح واقفیت حاصل کر لی ہے۔

جانتے ہو یہاں رہ کر تمہیں کیا کرنا ہے۔

اس کے لئے مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے سر!

تو سنو! یہاں رہ کر تمہیں ملک کے ایٹمی توانائی کمیشن کے ایک ممتاز سائنسدان کو تلاش کرنا ہوگا۔ جو چند دن قبل سائنسدانوں کے ایک وفد کے سربراہ کی حیثیت سے اس ملک کے خیرسگالی دورے پر آیا تھا اور ہمارے کسی ملک کے ایجنٹوں نے اسے اغوا کر لیا تاکہ ہماری ایٹمی ترقی میں رکاوٹ کھڑی کی جائے۔

اخبار کے ایک نامہ نگار کی حیثیت سے اس کی تلاش میں تم ہر ایسی جگہ جا سکتے ہو جہاں عام حالت میں جانا ناممکن ہوتا ہے۔ میں وقتاً فوقتاً تمہیں ضروری احکام دیتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی مہم میں تم اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرو گے۔ عمران بھی یہاں آ چکا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ وہ بھی ایک مقامی اخبار میں فوٹو گرافر کے فرائض سنبھال چکا ہے۔ تمہیں اگر کوئی دشواری پیش آئے تو اسی فون پر اس سے رابطہ قائم کر لو۔ جو میں نے تمہیں پہلے دے رکھا ہے۔ ویسے تھوڑی دیر بعد وہ خود بھی تم سے رابطہ قائم کرے گا اور پیش آئے ہوئے حالات سے متعلق کوئی پروگرام طے کرے گا۔ صفدر بھی اس کے ساتھ یہاں موجود ہے۔

ٹھیک ہے سر!

اور سنو! ساحل سمندر پر بندرگاہ کے علاقے میں گارڈن گرو ہوٹل

کے اندر ہم نے اپنا آفس بھی کھول دیا ہے اور آفس کے کھلنے کی خبر اس ملک کے سارے اخبار اور رسالوں میں … ہے اب مجرم ضرور اس آفس کا چکر لگائیں گے اور اسے اپنی نگاہ … گے
اس آفس میں خودکار کیمرے لگا دیئے گئے ہیں۔ جو بھی آدمی اس کے پاس سے گزرے گا یا وہاں تک جھانک کرے گا۔ کیمرے اس کی فوٹو اتار لیا کریں گے۔

آفس میں کوئی بھی نہیں بیٹھا کرے گا۔ صرف جوزف کبھی کبھی وہاں جایا کرے گا اور وہی کیمروں کی ریلیں بھی بدلا کرے گا۔ استعمال شدہ فلمیں وہ تمہارے پاس لایا کرے گا اور تم وہی فلمیں لے کر عمران کے پاس جایا کرو گے۔ عمران ایک پروجیکٹر کا پہلے ہی بندوبست کر چکا ہے۔ اس طرح تم دونوں مل کر ان فلموں کی مدد سے اپنے دشمنوں کو تلاش کرنے کی کوشش کرو گے۔ ایک اور بات ذہن میں رکھنا تمہارا واسطہ دنیا کے بدترین گروہ سے ہے۔ یہ بدمعاشوں کا ایسا گروہ ہے جس سے پورے یورپ کی پولیس تک خوف کھاتی ہے۔ کسی کو ان کے اڈے کا علم نہیں۔ یہ ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ تمہاری ذرا سی غفلت سے وہ فائدہ اٹھا کر تمہیں موت کی نیند سلا سکتے ہیں۔ عمران سے جب تم نے ملنا ہو تو وہ صفدر اور جوزف کے ساتھ ہارلے سٹریٹ کے وائٹ راک ہوٹل کے کمرہ نمبر ۳۴۳ میں ٹھہرا ہوا ہے۔ جوزف فلم کی ریلیں سیدھی عمران کے پاس بھی لے جا سکتا تھا۔ لیکن یہاں اس کی حیثیت ایک مقامی اخبار کے ایسے فوٹو گرافر کی ہے جس نے نئی نئی سروس شروع کی ہے اور جس سے لوگ واقف نہیں۔ اس طرح

وہ ان لوگوں کی نگاہوں میں آ جائے گا اور کھل کر اپنا کام نہ کر سکے گا۔
فورڈ کے میک اپ میں تمہاری حیثیت مختلف ہو گی۔ یہاں کے لوگ فورڈ سے اچھی طرح واقف ہیں اور اس کی شرافت، نیک نیتی اور وطن پرستی کے قائل ہیں۔ اگر کوئی پوچھے بھی کہ جوزف یہاں کس لئے آتا ہے تو تم کہہ سکتے ہو خبریں لگوانے آتا ہے۔ یہاں اس مہم کے دوران عمران کا نام آرتھر اور جوزف کا نام البرٹ ہے۔ کچھ اور پوچھنا چاہتے ہو؟

آپ یہاں کب تک قیام کریں گے سر!

جب تک یہ مہم سر نہیں ہو جاتی میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔

اگر آپ یہاں ہیں تو پھر ہمیں فکر نہیں سر!

اب تم دونوں جلدی سیٹ ہو جاؤ۔ میں چاہتا ہوں کل صبح ہی بڑی سرگرمی سے اس مہم کی ابتداء کی جائے۔

ایکسٹو اب ایڈنا سے مخاطب ہوا۔

ایڈنا تمہیں ماریلہ کے میک اپ میں عرفان کی بیوی کا کردار ادا کرنا ہو گا جو فورڈ کے میک اپ میں ہو گا۔ اگر کسی موقع پر بھی مجھے یہ خبر مل گئی کہ تم نے اپنے ردِعمل … کوتاہی برتی ہے تو اپنا انجام تم خود ہی سوچ لو۔

ایڈنا نے ایک جھرجھری لی

میں شکایت کا موقع نہیں دوں گی سر!

اسی میں تمہاری بہتری ہے۔

ایکسٹو کی آواز آنا بند ہو گئی تھی۔ عرفان نے پہلے ایڈنا پر

ماریہ کا میک اپ کیا۔ پھر خود اس نے فورڈ کا میک اپ کیا اور اس کام سے فارغ ہوئے ابھی دو منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ نشست کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ عرفان اور ایڈنا دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا

عرفان نے جیب سے اعشاریہ ۴۵ کا ریوالور نکالا اور اٹھ کا ریوالور نکالا اور اٹھ کر نشست کے کمرے کی طرف بڑھا۔ ایڈنا بھی اپنا پستول نکال لیا تھا اور وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ نشست کے کمرے میں آکر عرفان دیوار کے ساتھ اپنی پشت رگڑتا ہوا بڑی احتیاط کے ساتھ دروازے تک آیا۔ ایڈنا نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ دروازے کے ایک طرف کھڑے ہو کر عرفان نے چنگھاڑتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

ہو از (کون ہے)

باہر دروازے کے قریب ہی کسی کا ہولناک اور وحشیانہ سا قہقہہ بلند ہوا۔ اس کے بعد کپکپا دینے والی ایک آواز آئی۔

دروازہ کھولو!

نہ جانے کس خیال کے تحت عرفان کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی۔ دوسری طرف ایڈنا سخت پریشانی کے عالم میں دیوار سے چپکی کھڑی تھی۔ عرفان آگے بڑھا اور دروازہ کھولنے لگا۔ ایڈنا لپک کر آگے بڑھی اور عرفان کا بازو پکڑ لیا۔

یہ کیا حماقت ہے۔

عرفان پھر بھی مسکرا دیا اور دروازہ کھول کر وہیں کھڑا رہا اور باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

کالئے اندر آجاؤ۔ تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔

تھوڑی ہی دیر بعد جوزف مسکراتا ہوا اندر آیا اور عرفان کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

واقعی عرفان کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

ایڈنا بھی اب مطمئن تھی۔ جوزف کے پیچھے دو آدمی اور نمودار ہوئے جو عرفان اور ایڈنا کے لئے اجنبی تھے۔ عرفان نے جوزف سے پوچھا۔

اس وقت کیسے تکلیف کی۔

جوزف اندر آگیا۔

فورڈ اور ماریہ کو لینے آیا ہوں۔

جوزف اپنے دونوں اجنبی ساتھیوں کے ساتھ فورڈ اور ماریہ کو لے کر چلا گیا۔ عرفان اور ایڈنا سونے کی تیاری کرنے لگے۔



عمران اور عرفان وائٹ راک ہوٹل کے کمرہ نمبر ۴۳ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان دونوں کے سامنے پروجیکٹر پر بڑی تیزی سے آفس کے آٹومیٹک کیمروں کی لی ہوئی تصویروں کی وہ فلم چل رہی تھی یہ ساؤنڈ پروف کمرہ تھا اور اسی میں عمران ٹھہرا ہوا تھا۔

ساری فلم ختم ہو گئی اور دونوں ایک دوسرے کے منہ کی طرف دیکھتے رہ گئے۔ کیونکہ فلم کے کسی بھی کردار سے انہیں اپنی مہم کے متعلق کلیو نہ مل سکا تھا قبل اس کے کہ اس سکوت کو دونوں میں سے کوئی توڑتا عمران کو اپنے بازو پر رشاک ہوا اور اس نے فوراً کنکشن لیا۔ جوزف کی دھیمی اور پراسرار آواز سنائی دی۔

باس!

عمران نے بڑی تیزی سے کہا۔

کہو۔

چڑیا پھنس رہی ہے۔

کس عمر کی ہو گی۔

یہی بیس بائیس کی۔

کیا کر رہی ہے؟

ہمارے آفس کے دو ایک چکر لگا چکی ہے۔ اس کے پاس فلیش کیمرہ بھی ہے اور تین بار اسے استعمال بھی کر چکی ہے۔ اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

تم اس وقت کہاں ہو؟

میں آفس کے اندر ہوں لیکن وہ مجھے دیکھ نہیں سکی۔

اکیلی ہے کیا؟

اس وقت تو اکیلی ہی ہے۔

تم چپکے سے وہیں بیٹھے رہو جہاں بیٹھے ہو۔ میں اور عرفان پہنچ رہے ہیں۔ اگر وہ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں سے ہٹ جائے تو اس کا

تعاقب کرو اور میرے ساتھ رابطہ بھی قائم رکھنا تاکہ مجھے تمہاری لوکیشن کا پتہ چلتا رہے اور تمہیں تلاش کرنے میں دشواری نہ ہو۔

جوزف نے منہ بھر کر انگلش میں کہا۔

باس! اگر کہو تو پکڑ لوں سالی کو؟

عمران نے سختی سے کہا۔

جس طرح میں نے کہا ہے ویسے ہی کرو۔ کوئی غلط حرکت کر دی تو یاد رکھنا بوری میں بند کر کے سمندر میں پھینک دوں گا۔

جوزف جواب میں خاموش رہا۔ عمران اور عرفان نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ کیا۔ کمرے سے نکلے اور تھوڑی دیر بعد ایک ٹیکسی دونوں کو لئے بڑی تیزی سے پورٹ کی طرف رہی تھی۔ ٹیکسی جب پورٹ سے تھوڑی ہی دور تھی عمران کو اپنے شانے پر رشاک ہوا۔ عمران نے ٹیکسی رکوا دی، کرایہ ادا کر کے ٹیکسی کو فارغ کر دیا اور دونوں سڑک کے فٹ پاتھ کے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ عمران نے اپنی واچ ٹرانسمیٹر پر کنکشن لیا تو جوزف بول رہا تھا۔

باس! وہ وہاں سے نکل چکی ہے اور میں اس کے پیچھے پیچھے ہوں۔

اپنی لوکیشن بتاؤ۔

کیوویک سٹریٹ پر اس جگہ جہاں الیکٹرک ٹراموں کی گودی ہے۔ اس کے سامنے ایک چھوٹی سی سنیک بار ہے اور تھوڑا سا آگے ایک بہت بڑا قبرستان ہے۔

عمران نے کنکشن ختم کر دیا۔ اور عرفان کے ساتھ وہ بڑی تیزی سے کیوویک سٹریٹ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ دونوں نے ایک شارٹ کٹ مارا

اور جوزف سے آگے نکل گئے۔ عمران نے جب دیکھا کہ قبرستان کی سیدھ میں جوزف ان سے قریب ہوتا جا رہا ہے تو اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر پھر اس سے کنکشن لیا۔ جوزف کی آواز پھر سنائی دی۔

کہو باس!

کیا وہ جان گئی ہے کہ تم اس کے تعاقب میں ہو۔

میرے خیال میں ابھی تک اسے علم نہیں۔

تم بکواس کرتے ہو لڑکی کی چال بتا رہی ہے کہ وہ تعاقب سے آگاہ ہے۔

کیا آگے پیچھے اس کی حفاظت کے لئے کوئی اور بھی ہے۔

کوئی نہیں باس!

پکڑ لو پھر اسے؟

جوزف نے چونک کر پوچھا۔ کیا کہا باس۔

خرِ بنو بھاگو اس کے پیچھے اور اسے دبوچ کر قبرستان میں لے جاؤ۔ اس کا منہ تھوڑا سا کھلا رکھنا تاکہ وہ مدد کے لئے پکار سکے اس طرح میں تم سے لڑ کر اسے تم سے چھڑا لوں گا۔

جوزف نے طنزاً کہا

اس طرح تم میرا بھرکس نکال کر اس سے راہ و رسم پیدا کرو گے۔ یہی نا!

گدھے! میری بات سمجھو اس سے راہ و رسم پیدا کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے اور دیکھنا میری تمہاری لڑائی جعلی نہیں بالکل سچ مچ کی ہوگی۔ اس موقع پر اسے اگر ہم پر ذرا سا بھی شک گزر گیا۔ تو ہم تینوں کو بندھوا کر رکھ دے گی۔

پکڑ لوں پھر؟

ہاں تو اور کیا۔ جلدی کرو۔ ریڈی۔ ون۔ ٹو، تھری۔ اس کے ساتھ ہی جوزف اس سفید فام لڑکی کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا۔

لڑکی بھی اس کے آگے آگے بھاگنے لگی تھی۔ بہت تیز تھی بھاگنے میں پر جوزف نے اسے جا لیا اور جب وہ اسے دبوچ کر قبرستان کی طرف لے جانے لگا تو لڑکی زور زور سے چلانے لگی۔

ہیلپ! ہیلپ

عمران اور عرفان دونوں جوزف کے تعاقب میں بھاگنے لگے۔ قبرستان کے اندر انہوں نے جوزف کو جا لیا جوزف نے لڑکی کو دبوچے ہی دبوچے غرا کر عمران اور عرفان سے کہا۔

بھاگ جاؤ ورنہ جان سے مار دوں گا۔ اس نے جلدی جلدی لڑکی کے ہاتھ چمڑے کے تسمے سے پشت پر باندھنے کے بعد اسے زمین ڈال دیا اور خود کسی بپھرے ہوئے ریچھ کی مانند عمران اور عرفان کی طرف بڑھا۔

عمران نے آگے بڑھتے ہوئے عرفان سے کہا۔

فورڈ تم ایک طرف کھڑے رہو۔ میں اکیلا ہی اس وحشی کو درست کرتا ہوں۔ اس نے کیوں رات کی تاریکی میں ایک معصوم لڑکی کو اغوا کرنے کی کوشش کی ہے۔ عمران آگے بڑھا اور جوزف کے شانے پر ایک بھرپور ہاتھ مارا۔ جوزف نے ایک سسکی لی اور ذرا لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ مگر جلد ہی وہ سنبھلا اور ایک زوردار مکہ عمران کے دے مارا۔

عمران یوں کھڑا رہا جیسے اس پر کوئی اثر ہی نہ ہوا ہو۔ اس

ساتھ ہی وہ بپھر گیا۔ اور دو سخت مکّے جوزف کے دے مارے۔

جوزف بری طرح لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ اسی دوران عمران بڑی پھرتی سے آگے بڑھا اور جوزف کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر ہوا میں چکر دینے لگا۔

جوزف نے بڑی بے بسی سے کہا۔

معاف کر دو پھر کبھی ایسا نہ کروں گا۔

عمران نے اسے زمین پر رکھ دیا اور چنگھاڑتے ہوئے کہا۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ گولی مار دوں گا۔

جوزف بھاگتا ہوا اندھیرے میں روپوش ہو گیا۔ عمران اپنے کپڑے درست کرتا ہوا آگے بڑھا اور اس لڑکی کے ہاتھ کھولتے ہوئے بڑے پیار سے پوچھا۔

یور نیم (تمہارا نام)؟

اس نے بڑی میٹھی لوچدار اور پیاری آواز میں کہا۔

بزیٹا

اس نے تمہیں اغوا کرنے کی کوشش کیوں کی؟

میں نہیں جانتی۔

کیا وہ تمہارا واقف ہے۔

نہیں۔

رات کے اس وقت تم کہاں سے آ رہی ہو اور کدھر جا رہی تھی۔

اپنے ایک بوائے فرینڈ سے مل کر گھر جا رہی تھی۔

کیا یہاں سے تم اکیلی چلی جاؤ گی۔

لڑکی نے بڑی محبت سے کہا۔

پلیز میرے فلیٹ تک میرے ساتھ چلئے۔ بس تمہاری بحد مشکور ہوں۔ تم نے میری جان بچائی ہے۔ تم میرے محسن ہو۔

عمران نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

تو پھر چلو۔

قبرستان سے نکل کر لڑکی سڑک پر آئی اور آگے بڑھنے لگی۔ عمران اور عرفان اس کے دائیں بائیں پہلو سے پہلو ملائے چل رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی ایک عمارت کی دوسری منزل کے ایک خوبصورت فلیٹ میں داخل ہوئی۔ دو کمروں کا وہ فلیٹ بڑے ماڈرن انداز سے ڈیکوریٹ کیا ہوا تھا۔ لڑکی نے ساری لائٹیں آن کر دیں اور ان دونوں کو ایک صوفے پر بیٹھنے کو کہا۔ خود وہ دوسرے کمرے میں گئی اور نائٹ گون پہن کر واپس آگئی اور شراب کے جام تیار کرنے لگی۔

عمران نے اسے روک دیا۔

نہیں نہیں ہم نہیں پیتے۔

اس نے تیز نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا

پھر؟

صرف کوک۔

اوکے!

وہ تین کوک لے آئی اور تینوں اکٹھے بیٹھ کر سپ کرنے لگے۔

اس دوران بریٹا بڑی میٹھی میٹھی نگاہوں سے عمران کو دیکھتی رہی
آخر وہ عمران سے مخاطب ہوئی۔
تمہارا نام
عمران نے کندھے اچکا کر کہا۔
آرتھر۔
کیا کرتے ہو
ایک مقامی اخبار میں کیمرہ مین ہوں
رہتے کہاں ہو
وائٹ راک ہوٹل کے کمرہ نمبر ۴۳ میں
اور یہ تمہارا دوست ؟
اس کا نام فورڈ ہے۔ اور ایک اخبار کا نامہ نگار ہے۔ میرا بڑا اچھا اور مخلص دوست ہے۔ تم نے اپنے متعلق نہیں بتایا کہ کیا کرتی ہو۔
میں سنی سائڈ نائٹ کلب میں کام کرتی ہوں۔
کس حیثیت سے۔
پیشہ ور ڈانسر
عمران کھڑا ہو گیا
ہم اب چلتے ہیں۔
بریٹا بھی کھڑی ہو گئی اور عمران کے ہاتھ تھام کر پریشانی سے کہا۔
شاید تمہیں میری باتوں سے مایوسی ہوئی ہے۔ آج کے بعد میں تمہارے بغیر کسی سے نہ ملوں گی۔ تم پہلے شخص ہو جس سے میں متاثر ہوئی ہوں —

عمران نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔
ایسی کوئی بات نہیں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے
پھر کب ملو گے۔
جب تم چاہو گی۔
پھر کل — اسی وقت
ضرور — اگر کبھی تم اپنے فلیٹ میں نہ ہو تو کیا تمہیں کلب میں بھی ملا جا سکتا ہے۔
کیوں نہیں وہاں تمہارا ایک معزز مہمان کی حیثیت سے استقبال کیا جائے گا۔
عمران نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر انہیں بوسہ دیا اور پھر عرفان کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے کہا
میں کل کلب میں ہی تم سے ملنے آؤں گا اور تمہارا ڈانس بھی دیکھوں گا۔
پھر دونوں پہلو سے پہلو ملائے باہر نکل گئے اور بریٹا بالکونی میں کھڑی ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔



دوسرے روز رات نو بجے عمران اور عرفان سنی سائڈ کلب میں داخل ہو رہے تھے۔ کلب میں بے شمار لوگ داخل

ہو رہے تھے۔ کچھ کا رخ ہال روم کی طرف اور کچھ ریفریشمنٹ روم کی طرف جا رہے تھے۔ عمران اور عرفان دونوں ریسپشن گرل کے پاس آئے۔ عمران نے اس کے میز پر دونوں کہنیاں جماتے ہوئے کہا بڑے رومانٹک انداز میں انگلش میں کہا

ہم بریٹا سے ملنا چاہتے ہیں۔

لڑکی نے بڑی دلآویز مسکراہٹ میں کہا

اس وقت اس سے نہیں ملا جا سکتا۔ وہ رقص کی تیاری کر رہی ہے

لیکن ہم نے ضرور ملنا ہے۔

وہ تم دونوں کو جانتی ہے۔

بالکل جانتی ہے۔

اس کے نام کی چٹ لکھو میں اسے بھجواتی ہوں اگر اس نے ملنا ہوا تو تم دونوں کو بلا لے گی۔

عمران نے اپنے گلے میں لٹکتا ہوا کیمرہ درست کرتے ہوئے کہا

کاغذ اور پین دو۔

لڑکی نے کاغذ اور پن مہیا کر دیا۔ عمران نے بریٹا کے نام چٹ لکھی اور لڑکی کو تھما دی۔

ریسپشن گرل نے ایک اسٹنٹ کو بلایا اور اسے چٹ بریٹا کے پاس لے جانے کے لئے کہا۔ عمران اور عرفان لڑکی کے پاس بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر بعد اسٹنٹ واپس آ گیا اور تہہ کیا ہوا ایک کاغذ استقبالیہ لڑکی کو تھما دیا۔ لڑکی نے کھول کر پڑھا اور عمران

سے کہا۔

جائیے اس نے آپ کو بلایا ہے۔

عمران کھڑا ہو گیا

کہاں ہے وہ۔

میک اپ روم میں

کوئی کمرہ نمبر؟

روم نمبر ۲۵ دوسری منزل پر۔

عمران اور عرفان روم نمبر ۲۵ میں داخل ہوئے۔ کمرے میں بریٹا میک اپ سے فارغ ہو کر یونہی بیٹھی تھی۔ جیسے وہ بڑی بے تابی کے ساتھ عمران کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے بڑی گرمجوشی سے دونوں کا استقبال کیا۔ خاص کر عمران پر تو وہ امنڈ امنڈ رہی تھی۔

بریٹا اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی۔

ٹھہرو! میں تمہارے لئے کچھ کھانے کو منگواؤں۔

عمران نے اس کا بازو پکڑ کر دوبارہ اس کی سیٹ پر بٹھا دیا۔

کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بتاؤ تمہارا رقص شروع ہونے میں کتنی دیر ہے۔

بس سمجھ لو ہو ہی چکا ہے۔

پھر تم جاؤ سٹیج پر ہم دونوں بھی ہال میں جا کر بیٹھتے ہیں۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں اس کمرے میں بٹھاتی ہوں جو صرف خاص مہمانوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔

عمران کھڑا ہو گیا۔

مجھے ہال میں بیٹھنا زیادہ پسند ہے وہیں بیٹھ کر تمہارا رقص دیکھوں گا۔

صرف ایک سوال کا جواب دو۔

برٹیا اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

کیا۔

اس ہوٹل کا مالک کون ہے

وہ تو مجھے بھی علم نہیں

پھر کون چلاتا ہے اسے

ایک کنٹرولر ہے

کہاں ہوگا اس وقت

نیچے فلور کے تین کمروں میں اس کے دفاتر ہیں۔

اس کا نام ؟

مسٹر میتھیو۔ مگر تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو

عمران فوراً بات بنا گیا۔

میں اس سے مل کر کہوں گا مجھے اس ہوٹل میں کوئی سروس دلا دے اس طرح میں تمہارے قریب رہ سکوں گا۔

برٹیا نے افسوس کا اظہار کیا

مشکل بہت مشکل وہ صرف اپنی جان پہچان اور اعتماد والے آدمی رکھتا ہے۔

عمران نے گھور کر اس کی طرف دیکھا

اس کی وجہ

برٹیا کچھ پیلی پڑ گئی۔

وجہ کی تو مجھے خبر نہیں۔

عمران نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا

اچھا لعنت بھیجو! میں نہیں جاؤں گا اس کے پاس۔ تمہارا وقت ہو گیا ہے۔ تم سٹیج پر جاؤ۔ عمران پلٹا اور عرفان کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گیا۔

برٹیا سٹیج کی طرف چلی گئی۔

برٹیا کے کمرے سے نکل کر عمران اور عرفان نے گیلری میں آ کر صرف چند لمحوں تک کھسر پھسر کی۔ پھر دونوں بڑی تیزی سے ٹائیلٹ میں چلے گئے۔ اور جب وہ باہر آئے تو وہ اپنا میک اپ تبدیل کر چکے تھے۔ دونوں نیچے آئے اور عین اس وقت جبکہ برٹیا کا نیم برہنہ رقص جوبن پر تھا۔ وہ دونوں مسٹر میتھیو کے آفس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔

انہوں نے دروازے میں سے اندر جھانکا۔ کمرے میں تین آدمی تھے۔ ایک تو کمرے کے وسط میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ یقیناً مسٹر میتھیو تھا اور دوسرے دو اس کی پشت پر دروازے کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ تینوں ہی اپنے سامنے میز پر پھیلے ہوئے کاغذوں کے پڑھنے میں غرق تھے۔

عمران نے سر کو ذرا سی جنبش دے کر عرفان کو کوئی اشارہ کیا۔ عرفان نے جیب سے پین سائز کا ایک پن پوائنٹر نکالا اور آدھ کھلے دروازے کی اوٹ میں ہو کر اس نے اندر کا نشانہ لیا اور پھر اس نے پن پوائنٹر کا سرخ بٹن دبا دیا۔ بغیر کسی آواز کے پن پوائنٹر سے پیپر پن سائز کا گہرے رنگ کا پن گولی کی سی تیزی سے نکلا

اور مسٹر میتھیو کے شانے میں جاکر پیوست ہوگیا۔
مسٹر میتھیو نے ہلکی سی ایک سسکی لی اور اس کے ساتھ ہی اس پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ پھر وہ کرسی سمیت فرش پر گر پڑا۔
دوسرے دونوں گھبراہٹ میں جلدی جلدی اٹھے اور اُسے سنبھالنے لگے۔ دوسرے دونوں پر اب پن پوائنٹر سے کام نہ لیا جا سکتا تھا کیونکہ وہ اب فرش پر بیٹھے تھے اور میز کی اوٹ میں ہوگئے تھے۔ عمران نے عرفان سے پھر سرگوشی کی۔
تم یہیں کھڑے رہنا اور باہر سے آنے والوں پر نگاہ رکھنا۔ میں اندر جاکر ان سے نمٹ لیتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی عمران دروازہ کھول کر طوفان کی طرح اندر داخل ہوا۔ ذرا بھاگ کر ایک لمبی جست لی اور میز کے اوپر سے پھلانگتا ہوا وہ ان دونوں کے اوپر آن گرا۔ وہ دونوں فوراً کھڑے ہوگئے اور عمران پر مکوں کی بارش کر دی تھی۔ لیکن وہ ناکام رہے تھے۔ عمران ربڑ کے گیند کی طرح اچھل کود کر ان کے مکوں سے بچنے میں پوری طرح کامیاب ہو رہا تھا۔ پھر جیسے دفعتہً ہی وہ بپھر گیا تھا ان دونوں کے درمیان وہ کھڑا ہوا اور دونوں کے دو دو سخت اور فولادی گھونسے دے مارے۔ وہ لڑکھڑا ہی رہے تھے کہ عمران نے دونوں کے سر خوب زور سے آپس میں ٹکرائے۔ وہ دونوں بے سدھ ہوکر فرش پر گر گئے۔ عمران نے دونوں کی تلاشی لی ان کی جیبوں سے کچھ نہ نکلا تھا۔ عمران مسٹر میتھیو کی طرف متوجہ ہوا اس کی حالت یوں تھی گویا اس نے بہت زیادہ شراب پی لی ہو۔ عمران نے میز کے سہارے اسے بٹھایا اور

دھیمی آواز میں پوچھا۔
تمہارا نام؟
عمران کی طرف دیکھے بغیر اس نے جواب دیا۔
میتھیو آرتھر
تمہارے باس کا نام
میں نہیں جانتا
اس کا ٹھکانہ
گولڈن ہلز
اس کے متعلق تفصیل سے کون جانتا ہے۔
ڈگلس آرتھر
یہ کون ہے
یہ کبھی باس کے لئے کام کیا کرتا تھا لیکن اب اس پیشے سے متنفر ہوچکا ہے۔ باس نے اس خدشے کے تحت کہیں زبان نہ کھول دے اسے قید کر رکھا ہے۔ وہ برابر ڈگلس کو اپنی پہلی زندگی کی طرف آنے کی ترغیب دے رہا ہے۔
لیکن وہ کس جگہ قید ہے۔
شہر سے جنوبی سمت سمندر کے کنارے مچھیروں کی بستی میں ایک گرجا نما عمارت کے اندر
عمارت کی کوئی نشانی
اس کے کلس سرخ رنگ کے ہیں۔
ڈگلس کا حلیہ۔

داڑھی مونچھیں نہیں ہیں۔ بال سنہری، ناک لمبی اور طوطے کی چونچ
کی طرح خمدار ہے۔
تمہارا باس گولڈن ملنز میں کس جگہ رہتا ہے۔
میں نہیں جانتا
تمہارے ہاں ریٹا کی کیا پوزیشن ہے
ایک پیشہ ور ڈانسر اور ایک تیسرے درجے کی جاسوس۔
کیا اسے باس کے متعلق علم ہے۔
نہیں۔ تم غلط سوالات اٹھا رہے ہو۔ باس ایک سایہ اور سراب
ہے، جس کا ادراک کوئی بھی انسان نہیں کر سکتا۔
عمران نے جیب سے ایک انجکشن نکال کر میتھیو کو لگا دیا۔
صرف چند لمحوں تک اس نے ناک سکیڑ سکیڑ کر سانس لی پھر وہ ختم
ہوگیا۔ عمران کمرے سے باہر نکل گیا۔ عرفان کو ساتھ لے کر وہ پھر
ٹائیلٹ میں آگیا۔ دونوں نے پھر میک اپ کر لیا۔ اتنی دیر تک ریٹا
کا رقص ختم ہو چکا تھا۔ وہ دونوں بڑی تیزی سے ہوٹل سے باہر
نکل گئے۔

اپنے فلیٹ کی طرف جانے کے لئے عمران سے علیحدہ ہو کر
عرفان ابھی تھوڑی دور ہی گیا ہوگا کہ اسے اپنے بازو پر شاک ہوا۔
واچ ٹرانسمیٹر کی سوئی کو حرکت دے کر اس نے کنکشن لیا تو تیز آواز
ابھری۔
میں عمران ہوں عرفان۔
عرفان چوکنا ہوگیا۔ کہیئے۔

تم اس وقت اپنے فلیٹ سے نزدیک ہو یا آفس سے۔
آفس کے نزدیک ہوں۔
تو پھر فوراً جوزف کی مدد کو پہنچو۔ میں تمہارے فلیٹ پر ایڈنا کی مدد
کو جا رہا ہوں۔ دونوں طرف سے مجھے خطرے کے سگنل موصول ہوئے
ہیں۔ کسی سوچی سمجھی سکیم کے تحت یہ ریڈ کیا گیا ہے۔ تم وقت ضائع کئے
بغیر جوزف کے پاس پہنچو۔ کسی کو جان سے نہ مارنا۔ ابھی ہم کوئی پولیس
کیس نہیں بنانا چاہتے۔ عرفان نے کنکشن ختم کرتے ہوئے کہا۔
لیس یس گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بڑی تیزی سے ایک سمت
بھاگنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس آفس کے باہر تھا جہاں جوزف
بیٹھا ہوا تھا۔ عرفان دبے پاؤں آگے بڑھا اور کھلے دروازہ کے ایک
طرف کھڑے ہو کر اندر جھانکا۔ کمرے کے وسط میں آٹھ غیر ملکی سانڈ نما
بدمعاش کھڑے تھے اور ان کے سامنے جوزف اکیلا کھڑا تھا۔
عرفان کوئی قدم اٹھانا چاہتا تھا کہ اسے ایک بدمعاش کی آواز
سنائی دی۔ وہ جوزف سے مخاطب ہوا تھا۔
تم فورڈ کے پاس الٹی سیدھی خبریں کیوں لگوانے جاتے ہو۔
جوزف نے بڑی سختی سے جواب دیا۔
یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔
تمہارے ذاتی معاملے سے ہمارا بھی کوئی تعلق ہے۔
جوزف نے اسے کھا جانے والی سرخ سرخ آنکھوں سے دیکھا۔
تم بکتے ہو
وہ جوزف کی طرف بڑھا۔

جوزف نے شستہ انگلش میں بڑی روانی سے کہا

آؤ بوزنے کی اولاد۔ تم جیسے بھس بھرے ڈمی قسم کے انسان کو تو مجھے ان دنوں سخت ضرورت ہے جس پر میں اپنے ہاتھ گرم کر سکوں۔

وہ اور آگے بڑھا

ہم آٹھ تمہاری ہڈیاں تک گرم کرنے کو کافی ہیں۔

جوزف نے وحشیانہ قہقہہ لگایا۔ بالکل یوں جیسے کوئی افریقی درندہ غرا اٹھا ہو۔

آٹھوں کو ایک ساتھ ہوا میں پتنگ کی طرح اڑا دوں گا۔

وہ بدمعاش جو جوزف کی طرف بڑھ رہا تھا جب نزدیک جا کر جوزف کے مکہ مارنے لگا تو اس سے قبل ہی جوزف نے اس کی گردن پر ایسا مضبوط ہاتھ مارا کہ وہ کئی فیٹ تک ہوا میں اچھلتا ہوا اپنے ساتھیوں سے بھی پرے فرش پر جا گرا۔ ایک اور بدمعاش نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

پکڑ لو اسے اور ہڈی سے ہڈی بجادو اس کی۔ تاکہ یہ آئندہ فورڈ کے پاس جانے کے قابل ہی نہ رہے۔

وہ ساتوں جب جوزف کی طرف بڑھے تو عرفان دروازے پر کھڑا ہوا۔ اور کسی قدر بھاری مگر گونجتی ہوئی آواز میں بولا۔

ٹھہرو! فورڈ نے تمہیں کیا تکلیف دی ہے۔

وہ سب رک گئے اور ایک نے بڑے تعجب سے کہا۔

تم یہاں؟

عرفان نے طنز کیا

کیوں؟ میری مرمت کرنے کے لئے بھی تمہارے کچھ آدمی گئے ہونگے

ہاں گئے ہیں۔

میں ان سب کا ستیاناس کر آیا ہوں۔

تم جھوٹ بکتے ہو۔ ضرور تم ان سے اپنی جان بچا کر بھاگے ہوگے۔ اور اپنی بیوی ان کے حوالے کر آئے ہوگے۔

عرفان کسی آدم خور کی طرح غرایا۔

تم بکتے ہو سفید گندے کتے! آٹھ تو کیا تمہارے سولہ ساتھی بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

ابھی پتہ چل جاتا ہے

وہ چار چار کی ٹولیوں میں بٹ کر عرفان اور جوزف دونوں کی طرف بڑھے۔ عرفان پھر بولا۔

دو حصوں میں مت بٹو اکٹھے ہی رہو۔ ورنہ مفت میں مارے جاؤگے۔

وہ اسی طرح آگے بڑھتے رہے۔ عرفان نے ایک لمبی اور تیز اونچی جست لی اور جوزف کے پہلو میں آکھڑے ہوتے ہوئے اس نے جوزف سے کہا

تم کھڑے ہو کر تماشہ دیکھو۔ میں اکیلا ان آٹھوں کی ڈور کھینچتا ہوں۔

جوزف نے ہاتھ ملتے ہوئے پُر زور احتجاج کیا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے تو کئی دن سے کسی پر ہاتھ ہی گرم نہیں کئے۔

پھر؟

ایک طریقہ ہے

وہ کیا

انہیں ڈبل روٹی تم دیتے جاؤ اور مکھن میں لگاتا رہوں گا۔

چلو یونہی سہی۔

جونہی وہ قریب آئے عرفان نے بڑی پھرتی سے سب سے آگے والے کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اس کی گردن پر زوردار مکّہ مار کر اسے ہوا میں اچھالا اور اپنی پچھلی سمت پھینک دیا۔ اس نے فوراً اُٹھ کر جب عرفان کی پشت پر حملہ کرنا چاہا تو جوزف اس کی طرف لپکا۔ اور اس کا گریبان پکڑتے ہوئے پچکارتے ہوئے کہا یوں نہیں پیارے ڈبل روٹی تو اس سے لے لی ہے۔ اب مجھ سے مکھن بھی لگوا لو۔

اس کے ساتھ ہی جوزف نے ایسا سخت مکّہ اس کے پیٹ میں مارا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا کافی دور جا کر گرا۔ اور تکلیف کی شدت سے کلبلا اُٹھا اور زمین پر لوٹنے لگا۔

باقی ساتوں ایک ساتھ عرفان پر حملہ آور ہو گئے۔ عرفان نے ایک کو اٹھا کر زور سے سامنے والی دیوار پر پٹخ دیا، اس کا سر پھٹ گیا اور وہ وہیں بیٹھ کر کراہنے لگا۔

باقی چھ رہ گئے۔ عرفان ان کے اندر گھس گیا۔ بالکل یوں جیسے خونی بھیڑیا بے ضرر اور بھولی بھالی بھیڑوں کے اندر جا گھسا ہو۔ انہوں نے عرفان پر مکّوں کی بارش کر دی تھی۔ جواب میں عرفان بھی ہتھوڑے برسا رہا تھا۔ اور چلا چلا کر جوزف سے بھی کہہ رہا تھا۔

ان کے نزدیک مت آنا جوزف یہ میرے اکیلے کا شکار ہیں۔

جوزف بھی چلا چلا کر احتجاج کر رہا تھا۔

بے ایمانی ہے۔ یہ دھوکا اور وعدہ خلافی ہے۔ تم اکیلے ہی انہی

ڈبل روٹی اور مکھن دینے لگے ہو۔

عرفان ایک دم ان میں سے دو کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ہوا میں اُچھلا اور اپنے سامنے والے دو بدمعاشوں کے پیٹ میں اس زور سے فلائنگ ماری کہ وہ سامنے دیوار سے یوں ٹکرائے جیسے گیند بلے سے ٹکراتا ہے اور وہ دوبارہ اٹھنے کے قابل نہ رہے۔

اب مقابلے میں چار رہ گئے تھے۔ جوزف نے پھر چلّا کر کہا۔

اب مجھے موقع دو تم اپنے حصے کے ختم کر چکے ہو

عرفان نے اسے ڈانٹ دیا۔

چپ رہو گینڈے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے لڑنے کا انداز بدل دیا اور کراٹے پر اتر آیا۔ اس نے اپنا جسم بری طرح اکڑا لیا تھا۔ برق رفتاری سے وہ حرکت میں آیا۔ ایک کی ٹانگ پر زور سے اپنا پاؤں مار کر اسے گرا دیا۔ دوسرے کو دائیں ہاتھ کی ایک ایسی ہک ماری کہ وہ شدت کرب سے دوہرا ہو کر دور جا گرا۔ تیسرے کے جبڑے پر بائیں کہنی کی سخت ہک لگائی اور وہ اپنا جبڑا سہلاتا ہوا لڑکھڑانے لگا۔ چوتھے کو عرفان نے ایک دم اپنے ہاتھوں میں اچک کر ہوا میں اچھالتے ہوئے جوزف کی طرف پھینک دیا۔ جوزف نے اسے کیچ کیا اور واپس عرفان کی طرف دیا۔ عرفان نے اسے پکڑنے کے لئے ہاتھ پھیلائے۔ لیکن جب وہ قریب آیا تو اس نے ہاتھ لٹکا دیئے اور وہ بڑی بے بسی کے عالم میں فرش پر گر گیا۔

جوزف ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے تیز آواز میں غرایا۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ دوبارہ ادھر کا رخ کیا تو ہمیشہ کے لئے یہیں کے

ہو کر رہ جاؤ گے۔ وہ سب اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے باری باری آفس سے باہر نکل گئے۔ عرفان نے جوزف سے کہا۔

میں اب اپنے فلیٹ کو چلتا ہوں۔ تمہاری طرح وہاں ایڈنا پر بھی ریڈ ہوا ہے اور عمران صاحب اس کی مدد کو گئے ہیں۔

جوزف نے جذباتی پن میں کہا۔

میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔

نہیں تم یہیں ٹھہر کر اگلے حکم کا انتظار کرو۔

عرفان بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔ اور جوزف اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

عرفان کے فلیٹ کے قریب ہی عمران ٹیکسی سے اترا تھا بڑی ہی رازداری سے وہ اوپر آیا اور شکار پر جھپٹنے والے چیتے کی پُراسرار چال چلتا وہ فلیٹ کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ سامنے والا کمرہ جو نشست گاہ تھی خالی پڑا تھا۔ تاہم اس کا سارا سامان اُلٹ پلٹ کر دیا گیا ہوا تھا۔ اور مختلف انواع کی چیزیں کمرے میں بکھری پڑی تھیں۔ کمرہ یوں بھائیں بھائیں کر رہا تھا جیسے صدیوں یہاں کوئی آباد نہ ہوا ہو۔ تاہم ساتھ والا کمرہ جو خوابگاہ تھا اس میں سے کسی کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

عمران پہلے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کے جذبات نہ تھے۔ وہ نارمل حالت میں پُرسکون تھا۔

درمیانی دروازے پر آ کر جب اس نے خواب گاہ میں دیکھا تو ایڈنا فرش پر رسیوں میں جکڑی پڑی تھی اور اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ چڑھا ہوا تھا۔ کمرے میں چھ غیر معمولی جسمانی ساخت کے بدمعاش اِدھر اُدھر گھوم پھر کر ایک ایک چیز کی تلاشی لے رہے تھے۔

عمران دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ دھاڑتی اور خونخوار آواز میں وہ ان سے مخاطب ہوا۔

تم سب یہاں کیا ڈھونڈ رہے ہو۔

وہ سب عجیب طرح سے عمران کو گھورنے لگے۔ ان کا سرغنہ آہستہ آہستہ کمرے کے وسط میں آیا اور بڑے تعجب سے پوچھا۔

مسٹر آرتھر تم یہاں کیا لینے آئے ہو۔

عمران نے پھر سخت آواز میں کہا۔

مسٹر فورڈ کے ہاتھ پاؤں کھول دو اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔

سرغنہ عمران کے قریب آیا اور غصے میں دانت پیستے ہوئے بولا۔

مسٹر آرتھر دور ہو جاؤ یہاں سے پچھتاؤ گے۔

تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو

یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔

یہ میرے دوست کا گھر ہے اور یہاں یہ کھیل کھیلنے کی میں تمہیں اجازت نہیں دے سکتا

اس نے دانت سے دانت بجاتے ہوئے پوچھا۔

اتنی ہمت ہے؟

عمران کا لب و لہجہ اور چہرہ وحشی روپ دھار گئے تھے۔

اتنی ہمت ہے کہ تم چھپے کو مار مار کر باہر سڑک پر پھینک دوں ۔

وہ تیزی سے عمران کی طرف بڑھا

تو پھر سنبھلو میں اکیلا ہی تمہیں بتاتا ہوں کہ ہم کیا ہیں ۔

عمران کسی درندے کی طرح اپنا آپ سمیٹ چکا تھا۔ سرغنے نے قریب آکر ایک رونگٹے کھڑے کر دینے والا گھونسہ عمران کے دے مارا۔ عمران بڑی پھرتی سے جھکائی دے گیا اور وار خالی گیا ۔

دونوں ایک بار پھر آمنے سامنے کھڑے تھے۔ عمران بالکل پُرسکون کھڑا تھا - تاہم اس کی آنکھوں کی چمک اور چہرے کے اثرات بتا رہے تھے کہ وہ بہت کچھ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے ۔ سرغنے نے ایک اور مُکہ عمران کے دے مارا۔ عمران نے اس کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے لیا اور پھر دائیں اور فولادی ہاتھ کا ایسا بھرپور مُکہ اس کے پیٹ میں مارا کہ وہ بے بسی کے عالم میں لڑھکتا ہوا کافی دور جا گرا۔ اور اس پر غشی کی سی حالت طاری ہو گئی ۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کے ساتھی تاؤ کھا گئے تھے۔ انہوں نے تلاشی لینی چھوڑ دی تھی اور اب وہ پانچوں ایک ساتھ بڑے جچے تلے انداز میں عمران کی طرف بڑھنے لگے تھے ۔ وہ خاموش تھے۔ ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بھینچی ہوئی تھیں اور بڑی قہر آلود نگاہوں سے وہ عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران ان کے سامنے بالکل کسی دیومالائی مجسّمے کی طرح پُرسکون اور ساکت کھڑا تھا۔

جب وہ ذرا عمران کے قریب ہوئے۔ تو اچانک اس نے حرکت کی۔ شاہین کی طرح اس نے ان میں سے ایک کو گریبان سے پکڑ کر

اپنی طرف کھینچا اور پھر اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر ہوا میں لہراتے ہوئے بڑے زور سے ان میں سے دو کے اوپر پھینک دیا اور دونوں توازن برقرار نہ رکھ سکے اور فرش پر گر گئے ۔ دو جو ابھی تک بچے ہوئے تھے عمران پر پل پڑے ۔ لیکن نادان تھے۔ عمران کو ہاتھ لگانا کوئی آسان کام نہ تھا جونہی وہ اس پر حملہ آور ہوئے عمران اور زیادہ بپھر گیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو حرکت دے کر جوڈو اور کراٹے کے چند ہاتھ دکھائے اور ان دونوں پر غشی طاری کر کے رکھ دی ۔

پھر وہ وحشی بن گیا۔ خونخوار انسان کا روپ دھار گیا۔ کسی بھوکے اور آدم خور درندے کی طرح وہ ان پانچوں پر حملہ آور ہو گیا اور انہیں مار مار کر ادھ مؤا کر دیا۔ ان کا چھٹا ساتھی ابھی تک اپنا پیٹ سہلا رہا تھا۔ جب ان کی قوتِ مدافعت جواب دے گئی تو عمران کسی جنگلی قبیلے کے سردار کی طرح زور سے دھاڑا ۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ موت کے منہ میں چلے جاؤ گے۔ وہ سب خوفزدہ لہجے میں عمران کو دیکھتے باہر نکل گئے ۔ عمران آگے بڑھا ۔ ایڈنا کے ہاتھ کھولے اور اس کے منہ سے ٹیپ اتارتے ہوئے پوچھا

یہ سب کیا چاہتے تھے ۔

ایڈنا نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

وہ پوچھتے تھے کہ جوزف یہاں روزانہ کیا دینے آتا ہے ۔

پھر تم نے کیا جواب دیا۔

میں نے کہا اپنی خبریں لگوانے آتا ہے ۔

ویری گڈ - انہوں نے سختی تو نہیں کی ۔

نہیں ۔

اسی وقت عرفان بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا ۔عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا ۔

فکر مند نہ ہو میں نے تمہاری بیوی کو بچا لیا ہے ۔

ایڈنا نشتر مار رہی تھی اور عرفان مسکرا دیا تھا ۔عمران نے پھر پوچھا ۔

ان کا کیا کر آئے ہو ؟

سب کی درگت بنا آیا ہوں ۔

کتنے تھے ؟

آٹھ ۔

عمران سنجیدہ ہو گیا ۔

معاملہ اب خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے ۔

میں آج ہی ایکسٹو کی ہدایت پر صفدر کو ایک اہم مشن پر بھیج رہا ہوں ۔ وہ واپس آ کر ہمیں رپورٹ دے گا اس کے بعد ہم کوئی اہم فیصلہ کن قدم اٹھائیں گے ۔

ہمیں ایک اور بھی کام کرنا چاہیئے ۔

وہ کیا ۔

جوزف کو وہاں اکیلا نہیں بیٹھنا چاہیئے ۔ مجھے یا صفدر میں سے بھی کسی کو اس کے پاس ہونا چاہیئے ۔

اب ان لوگوں سے یقیناً جان کا خطرہ بھی ہے ۔

اس کا تم فکر نہ کرو ۔ ایکسٹو نے یہاں کے اپنے کچھ مقامی ایجنٹ خفیہ جگہوں پر بٹھا رکھے ہیں ۔ جو جوزف اور دفتر کی حفاظت کرتے ہیں ۔

پھر ٹھیک ہے ۔

اب تم دونوں آرام کرو ۔ میں جاتا ہوں ۔ اس کے ساتھ ہی عمران واپس مڑا اور باہر نکل گیا ۔

رات کے دس بج چکے تھے ۔ عرفان کہیں باہر جانے کی تیاری میں تھا کہ اسے اپنے بازو پر شناک ہوا ۔ جونہی اس نے کنکشن لیا وہی جانی پہچانی اور خونخوار غراتی ہوئی آواز سنائی دی ۔

ایکسٹو !

عرفان ہوں سر !

ایکسٹو کی آواز میں تلخی تھی

اپنا ضروری سامان لے کر تم دونوں یہ فلیٹ چھوڑ دو ۔ عمارت سے نکلنے کے بعد اس فلیٹ کو اڑا دو تاکہ یہی سمجھا جائے کہ فورڈ اور ماریہ ختم ہو گئے ہیں ۔ اس کے بعد تم دونوں عمران کو رپورٹ کرو ۔ تم دونوں کا بطور فورڈ اور ماریہ کا کردار ختم ہو چکا ہے ۔ دونوں یہ میک اپ ختم کر دو ۔ کیونکہ جو کلیو حاصل کرنے کی خاطر یہ میک اپ کیا گیا تھا وہ ہمیں مل گیا ہے ۔ دشمن اب کھل کر ہمارے سامنے آ چکا ہے ۔ اور ہمیں چیلنج کر رہا

ہے۔ تم فوراً عمران کو رپورٹ کرو۔ وہ تمہیں ایک اہم کام سونپنے والا ہے۔

ایکسٹو کی آواز جب بند ہوگئی۔ تو عرفان بڑی تیزی سے حرکت میں آیا اور اپنا سامان سمیٹنے لگا۔ ایڈنا نے گھبراہٹ میں پوچھا

کیا کرنے لگے ہو

عرفان نے بڑے تیز لہجے میں کہا

جلدی جلدی اپنا سامان سمیٹ لو۔ ایکسٹو نے ہمیں یہ فلیٹ چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ اگر دیر ہوگئی تو وہ ہم دونوں کو نہیں چھوڑے گا۔

ایڈنا بوکھلا گئی۔ اور بڑی تیزی سے اپنی چیزیں اکٹھی کرنے لگی۔ تقریباً پانچ منٹ میں وہ فلیٹ کی سیڑھیاں اتر کر سڑک پر آئے اور بندرگاہ کے اس علاقے کی طرف چل دیئے جہاں ٹیکسیاں کھڑی رہتی ہیں۔ وہ اپنے فلیٹ سے کوئی سو گز دور ہوں گے کہ زور دار ایک دھماکہ ہوا اور ان کا فلیٹ آگ اور دھوئیں کی نظر ہو گیا۔ ایڈنا نے گھبرا کر عرفان کا ہاتھ تھام لیا اور پریشانی سے پوچھا

یہ کیا۔؟

عرفان نے اسے تسلی دی

میں نے خود اڑایا ہے

لیکن کیوں ؟

ایکسٹو نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

بندرگاہ کے علاقے سے انہیں ٹیکسی مل گئی اور دونوں ہارلے سٹریٹ کے ایک ہوٹل میں داخل ہوئے۔ جس میں عمران اور جوزف

ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب وہ کمرہ نمبر۳۴ میں داخل ہوئے تو اندر سے عمران ایک کرسی میں دھنسا ہوا تھا اور اپنی ٹانگیں اس نے میز پر پھیلا رکھی تھیں۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا تھا۔ کمرے کے کونے میں جوزف بیٹھا شراب پی رہا تھا۔

جب وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو عمران نے ان کی طرف دیکھے اور آنکھیں کھولے بغیر کہا۔

آ گئے ہو دونوں میاں بیوی۔ شاید اس فلیٹ کا ماحول تمہیں راس نہیں آیا۔

ایڈنا شرما گئی تھی اور عرفان اس کے سامنے بیٹھا ہوا مسکرا کر بولا۔

آپ نے بلایا ہے تو آ گئے ہیں۔

عمران نے آنکھیں کھولیں۔ میز سے اپنی ٹانگیں سمیٹ لیں اور سنبھل کر بیٹھتے ہوئے چونک کر پوچھا۔

او۔ عرفان ہے ؟

عرفان پھر ہنس دیا۔

جی آپ کا خادم

عمران نے کمرے کے اندر ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایڈنا سے کہا۔

ممی! تم اس چھوٹے کمرے میں چلی جاؤ۔ وہاں تمہاری بیڈنگ کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ اور اپنا میک اپ ختم کر دو۔ ایڈنا نے وہ دروازہ کھولا سامنے ایک خوبصورت چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس کے اندر بیڈنگ

اور ضروری سامان تھا۔ ایڈنا نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا
اور میک اپ اتارنے لگی۔

عمران نے عرفان سے پوچھا

ایکسٹو نے تمہیں کیا کہا ہے۔

بہت کچھ۔

کیا کچھ ؟

آپ کو خبر ہی ہے میں آپ کو کیا بتاؤں

عمران نے گول سا منہ بنا کر کہا

بتاؤں ؟ بتاؤں تو سبزی منڈی میں ملیں گے۔

آپ کے پاس بھی مل سکتے ہیں

تو کیا میں سبزی فروش ہوں

اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہیں

بس تو پھر اس مہم میں تمہارے ایکسٹو کی خبر نہیں۔

وہ کیسے ؟

ایکسٹو نے صفدر کو گولڈن ہلز کے متعلق اطلاعات لانے کو بھیجا تھا
لیکن وہ کوئی چکر کھا گیا ہے اور گولڈن ہلز کے متعلق اسنے پکڑ لیا ہے۔
اب آج رات ساڑھے نو بجے ان کا ایک ایجنٹ آفس میں جوزف کو ایک
خط دے گیا ہے جس میں ایکسٹو کو چیلنج کیا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے
ایک ایجنٹ کو جس کا نام صفدر ہے گرفتار کر لیا ہے۔ اگر تم میں ہمت
ہے تو اسے چھڑا لو۔ اس نے ایکسٹو سے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم انسان
ہو اور ذرا سی غیرت بھی رکھتے ہو تو اپنے ساتھی کو ضرور چھڑانے

کی کوشش کرو گے۔ انہوں نے خط میں لکھا ہے کہ ہم نے تمہارے آفس
کی سامنے والی دیوار سے ایک اینٹ نکال دی ہے۔ تم ہمارے خط
کا جواب لکھ کر اس سوراخ میں ڈال دینا ہمارا آدمی رات بارہ بجے
وہاں سے آ کر لے جائے گا۔ اس نے یہ تنبیہہ بھی کی ہے کہ جو کوئی بھی
ہمارے ایجنٹ کا تعاقب کرے گا موت کو آواز دے گا۔

عرفان نے کندھے اچکا کر جواب دیا

یہ بھی کوئی دھمکی ہے۔ موت کو آواز تو ہم روز ہی دیتے ہیں۔
اور یہ ہمارا پیشہ ہے۔

تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔

ایکسٹو نے پھر کیا ایکشن لیا ہے عرفان نے بڑی بے تابی سے پوچھا

عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

اس نے کیا ایکشن لینا ہے۔ میں اور تم اسے قربانی کے دو بکرے
ملے ہوئے ہیں۔ تمہیں اس نے ان کے ایجنٹ کا تعاقب کر کے صفدر کو
تلاش کرنے اور زندہ واپس لانے کا کام سونپا ہے اور مجھے اس پرانے
گرجے سے ڈگلس آدھر کو اغوا کرنے کا کام سونپا ہے تاکہ ان کے
ٹھکانوں کا پتہ لگایا جا سکے۔

ایکسٹو کو خط کس کی طرف سے لکھا گیا ہے ؟

کوئی نام پتہ نہیں لکھا گیا ہے۔ آخر میں صرف یہ لکھا ہوا ہے "کنگ
آف کرائمز"

عرفان نے غصے میں دانت پیس کر کہا۔

ہم اس کنگ آف کرائمز سے ایسا نمٹیں گے کہ آنے والی نسلیں یاد

کہ ایکسٹو نے کسی سے انتقام لیا تھا۔

عمران بھی سنجیدہ ہو گیا اور اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے اس نے کہا ہاں ایسا ہی ہو گا۔

ایکسٹو اس خط کا جواب کس وقت ہمارے حوالے کرے گا۔

ایکسٹو جواب دے چکا ہے اور اس وقت وہ جوزف کے پاس ہے جوزف خط لے کر یہاں سے گیارہ بجے آفس جائے گا۔ اور اسی سوراخ میں رکھ دے گا۔ تم آفس کے سامنے والے چوک میں کھڑے رہنا اور وہیں سے تعاقب شروع کرنا۔ جس وقت ان کا ایجنٹ خط لے کر روانہ ہو گا جوزف تمہیں اطلاع کر دے گا۔

عرفان کھڑا ہو گیا

تو میں پھر تیاری کروں

ضرور! میری ایک بات بھی ذہن میں رکھنا۔

کیا ؟

محتاط رہنا۔ جس سے تمہارا سامنا ہے وہ دنیا کا بہترین سائنسی دماغ رکھتا ہے۔

آپ بے فکر رہیں۔ میرا نام بھی عرفان ہے ایسا چکر دوں گا کہ کان پکڑ کر رہ جائے گا۔

عرفان وہاں سے اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل پر آیا۔ پہلے اپنا میک اپ اتار کر دوسرا میک اپ کیا اور پھر اپنے بیگ میں مختلف قسم کی چیزیں بھرنے لگا۔

رات کے گیارہ بجے جب کہ سردی اپنے جوبن پر تھی۔ فضا میں ہلکی ہلکی بوندا باندی اور برف باری شروع ہو گئی تھی۔ عرفان میک اپ میں اس چوک میں کھڑا تھا۔ جہاں سے ایک سڑک گارڈن گروو ہوٹل کی طرف جاتی تھی جس میں انہوں نے اپنا آفس کھول رکھا تھا۔ وہ بار بار بڑی بے تابی کے عالم میں اپنی رسٹ واچ دیکھتا پھر مایوس ہو کر ادھر ادھر یوں ہی مٹر گشت کرنے لگتا تھا

کوئی آدھ گھنٹہ یوں گزر گیا تھا کہ عرفان ایک دم چونک گیا۔ نیلے رنگ کی ایک کار چوک کے اس حصے میں آ کر رکی تھی جہاں قدرے تاریکی تھی۔ کار میں سے دو آدمی اترے۔ ایک تو تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سیدھا گارڈن گروو ہوٹل کی طرف چلا گیا اور دوسرا وہیں ایک ستون کی اوٹ لے کر کھڑا ہو گیا۔

عرفان ایک دیوار کے ساتھ ساتھ چپک کر چلتا ہوا اس کار کے قریب آیا اور ایک ستون کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے جیب سے پن پوائنٹر نکالا اور ستون کی اوٹ میں کھڑے ہوئے کا نشانہ لے کر بٹن دبا دیا۔ ہرے رنگ کا چمکتا ہوا ایک پن بغیر کسی آواز کے گولی کی طرح

کوندھا اور اس کے جسم میں پیوست ہو گیا۔

اس نے ایک سسکی لی اور پھر اس پر غنودگی طاری ہوتی چلی گئی اور وہ ستون کا سہارا لیتا ہوا فرش پر بیٹھ گیا۔ عرفان بڑی تیزی سے حرکت میں آیا اور کار کی طرف لپکا۔ اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولنا چاہا۔ لیکن وہ لاک تھا۔ عرفان نے جیب سے فولاد کی چار مختلف شکلوں کی ہکیں نکالیں اور ان میں سے ایک کی مدد سے اس نے تالا کھول لیا اور کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کے بعد دروازہ اس کے بند کر کے لاک کر دیا۔

دوبارہ اس نے پن پوائنٹر نکالا۔ پہلے اس کی نال کو دائیں طرف چکر دیتے ہوئے گھمایا پھر اس کا بٹن دبا دیا۔ اس بار نیلے رنگ کا ایک چمکتا ہوا پن اس کے جسم میں جا پیوست ہوا اور چند ہی لمحوں بعد وہ ہوش میں آکر دوبارہ ستون کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔

عرفان پچھلی سیٹ پر لیٹ گیا تھا اور اپنے آپ کو اس نے پوری طرح چھپا لیا تھا۔ اتنے میں اسے اپنے بازو پر شاک ہوا۔ اس نے واچ ٹرانسمیٹر کی سوئی سیدھی کی اور دھیمی سی آواز میں بولا۔

عرفان!

دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

چھوٹے باس! ایک آدمی یہاں سے ایکسٹو کا لیٹر لے کر روانہ ہو چکا ہے۔

عرفان نے پھر سرگوشی کی۔

کتنی دیر ہو گئی ہے۔

صرف ایک منٹ۔

میں نے وہیں ان کا بندوبست کر چکا ہوں

کہاں ہو اس وقت

چوک میں

کچھ کامیابی ہوئی

بس تم چپ رہو اور جا کر سو جاؤ میں سارا کام مکمل کر چکا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کنکشن ختم کر دیا اور تھوڑا سا سر اوپر اٹھا کر شیشے میں اس وقت دیکھنے لگا جس طرف سے دوسرے ساتھی نے ایکسٹو کا خط لے کر آنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دوسرا ساتھی چوک میں نمودار ہوا اور بڑی تیزی سے کار کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ پہلا جو ستون کی اوٹ میں کھڑا تھا وہ بھی وہاں سے ہٹ کر کار کی طرف آنے لگا۔ عرفان اب سیٹ کی بجائے اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیانی خلا میں اپنی ٹانگیں دوہری کر کے چھپ گیا تھا۔

وہ دونوں کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اور چوک کے راؤنڈ اباؤٹ کے گرد چکر لگا کر کار جدھر سے آئی تھی ادھر ہی روانہ ہو گئی۔ مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی کار شہر سے نکل کر فیکٹری ایریا میں داخل ہو گئی تھی۔ یہاں بھی وہ پندرہ منٹ پر بڑی سپیڈ سے چلتی رہی اور اب وہ سڑک پر جا رہی تھی جو ساحلِ سمندر سے صرف ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھی پہاڑی سلسلے میں سے ہو کر آگے جاتی تھی اور جہاں سے صرف ایک میل آگے شہر کا فیکٹری ایریا ختم ہو جاتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کار ایک بوسیدہ مگر وسیع عمارت میں داخل ہوئی جس کے گیٹ پر جو بورڈ لگا ہوا تھا اس سے ظاہر تھا کہ وہ عمارت کسی کیمیکل کمپنی کا سٹورز ہاؤس ہے۔ عرفان اب اپنا سر اوپر اٹھا کر شیشے میں عمارت کا جائزہ لے رہا تھا جس کے اندر کہیں کہیں بلب تھے ورنہ ساری عمارت تاریکی سے بغلگیر تھی۔ اور جگہ جگہ پہرے دار کھڑے تھے۔

کار ایک کھلے میدان میں رک گئی جہاں پارکنگ کا بورڈ بھی لگا ہوا تھا۔ وہ دونوں کار سے اترے اور اندھیرے میں ڈوبی ہوئی عمارت کی طرف چل دیئے۔ جب وہ پچیس تیس گز دور چلے گئے۔ تو عرفان نے حرکت کی۔ اسی فولادی ہک سے اس نے کار کا دروازہ کھولا اور ان دونوں کا تعاقب شروع کر دیا۔

عمارت کافی وسیع تھی اور وہ دونوں مختلف گیلریوں سے ہوتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ عرفان بھی دیواروں کے ساتھ چپکتا ہوا اندھیرے کی اوٹ میں ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھا۔ ایک ایسے کمرے کے پاس وہ دونوں مڑ گئے جس کے شیشوں سے روشنی چھن چھن کر باہر نکل رہی تھی۔

عرفان دیوار کے ساتھ لپٹ سا گیا اور بت کی طرح ساکت کھڑا ہو گیا۔ ان دونوں نے شاید اطمینان کی خاطر اپنے آگے پیچھے کا جائزہ لیا۔ پھر وہ اس کمرے میں داخل ہو گئے۔ عرفان بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور دروازے کے شیشے میں سے اندر جھانکا۔ وہ کوئی کمرہ نہ تھا۔ بلکہ دیوار کے اندر صرف ایک دروازہ تھا جس کے آگے سنگلاخ اور اونچی

چٹانوں کا وسیع سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور وہ دونوں ایک سائے کی طرح چٹانوں کی طرف جاتے ہوئے اسے دکھائی دے رہے تھے۔

عرفان بھی اس دروازہ میں سے ہو کر ان کے پیچھے ہو لیا۔ اب اونچی اونچی سیاہ چٹانوں کے اندر داخل ہو گئے تھے۔ برف باری بڑی تیزی سے ہونے لگی تھی۔ اور برف کے بڑے بڑے گالے چٹانوں کو بڑی تیزی سے ڈھانپتے جا رہے تھے۔

بیس منٹ تک وہ چٹانوں کی بھول بھلیوں میں چلتے رہے۔ ایک چٹان کا موڑ مڑنے سے قبل عرفان کے ذہن میں جیسے چیونٹیاں رینگ گئی ہوں۔ اس کی کھوپڑی میں گھنٹیاں بجنے لگی تھیں اور چھٹی حس خطرے کا الارم دے چکی تھی۔ اس نے چور نگاہوں سے اپنے پیچھے دیکھا ایک دیو ہیکل سفید فام جو سیاہ رنگ کا چیسٹر پہنے ہوئے تھا اس کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔ تاہم وہ ابھی دور ہی تھا اور بڑی تیزی سے درمیانی فاصلہ سمیٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔

عرفان بظاہر کوئی اثر نہ لیتا ہوا اسی رفتار سے آگے بڑھتا رہا۔ تعاقب کرنے والے کو اس نے یہی تاثر دیا تھا کہ وہ ابھی تک اس سے غافل ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ ان دونوں کو بھول گیا تھا جن کے وہ تعاقب میں تھا۔ اور اس بلا سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر میں تھا۔ جو اس کے تعاقب میں تھی جس کے ہاتھ میں اعشاریہ ۴۵ کا پسٹل تھا جو اپنے قد و قامت اور جسمانی اعتبار سے یوں دکھائی دیتا تھا جیسے وہ بہترین باڈی بلڈر ہو۔

عرفان اپنی اسی رفتار سے اس سیاہ، اونچی اور مہیب چٹانوں کا

مہیب موڑ مڑ گیا اور پھر موڑ مڑتے ہی وہ چٹان کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اور تعاقب کرنے والے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر بعد جب اسے قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی تو عرفان مستعد کھڑا ہو گیا اور اپنی سانس روک لی۔

جونہی تعاقب کرنے والے نے موڑ مڑا۔ عرفان کسی وحشی کی طرح جھپٹا اور اس سے پستول چھین کر اس نے چٹانوں کے اندر دور پھینک دیا۔ اس نے عرفان کے ایک تیز مکہ مارا مگر عرفان جھکائی دے کر اپنے آپ کو بچا گیا۔ اور جس طرف سے وہ آیا تھا اسی طرف بھاگ نکلا۔ وہ بھی عرفان کے پیچھے بھاگنے لگا۔

تھوڑی دور جا کر عرفان ایک کم اونچی چٹان پر پھلانگ کر چڑھ گیا اور ایک غیر معروف سے تنگ گلی نما راستے پر آگے بڑھنے لگا۔ شاید وہ تعاقب کرنے والے کو اس راستے سے دور لے جانا چاہتا تھا جو انجان اور خطرناک منزل کی نشان دہی کرتا تھا۔ اس کا پستول چھین کر وہ اپنے لئے پہلے ہی کئی خطرات کم کر چکا تھا۔ کیونکہ اگر پستول چل جاتا تو اس کی آواز پر اس کے کئی اور ساتھی بھی وہاں جمع ہو سکتے تھے۔ اور اب وہ شاید اسے اس راستے سے دور لے جا کر اس سے نمٹنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دور آگے جا کر جب وہ تنگ گلی نما راستہ ایک قدرے کھلی جگہ میں داخل ہوا تو عرفان رک گیا۔ اپنا چسٹر اور بیگ اتار کر اس نے ایک برف پر پھینک دیئے اور لڑنے کے لئے مستعد کھڑا ہو گیا۔ تعاقب کرنے والے نے بھی اپنا چسٹر اتار دیا اور ذرا سا جھک کر لڑنے کا پیشہ ور پوز بناتا ہوا وہ

تمہارا نام ؟

عرفان نے بے پروائی سے جواب دیا

سائمن !

اس نے اپنی ننگی کمر کو ایک زاہد شکن بل دیا اور عرفان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ہم پارک کی طرف جانے والوں کو بے حد ارزاں ریٹ پر پارک میں خوشگوار لمحات گزارنے کی خاطر گرلز فرینڈز مہیا کرتے ہیں۔ کیا تم اس کی ضرورت محسوس کرتے ہو۔

عرفان نے نفرت سے کندھے اچکائے اور نفی میں جواب دیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ صرف دو قدم آگے بڑھنے کے بعد وہ چونک کر کیبن کی طرف دیکھنے لگا بالکل اس انداز سے جیسے اسے اس کیبن سے خطرے کی بو آئی ہو تاہم وہ کچھ سوچتا ہوا آگے نکل گیا۔

رات آٹھ بجے تک وہ پارک کے اندر ایک گیلری میں بیٹھ کر برف باری سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر وہ پارک کے کیفے میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہیں اس نے اپنا شام کا کھانا کھایا کافی کا ایک کپ پیا اور پھر وہ اس کیفے سے بھی نکل کھڑا ہوا۔ وہ وہاں ایک ایسے مسافر کی طرح برف باری کے اندر گھوم رہا تھا جس کی منزل اس دنیا میں نہیں افق کے اس پار ہو۔

رات ٹھیک نو بجے وہ سمندر کے کنارے ریت پر کھڑا بڑی گہری دلچسپی سے سمندر کی سرکش موجوں کو دیکھ رہا تھا۔ برفباری ابھی تک جاری تھی۔ اس کا چسٹر اور فلیٹ ہیٹ برف سے سفید ہو

تم ایکسٹو کا خط کس کے لئے لائے تھے

چیف کے لئے

پھر؟

گولڈن ہلز کے اندر ایک گدھ نما چٹان ہے۔ چیف کو جو پیغام دینا ہوتا ہے وہ اس گدھ کے منہ میں رکھ دیا جاتا ہے۔ وہاں سے وہ پیغام چیف تک کیسے اور کہاں جاتا ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔ اس گدھ نما چٹان تک جانے کے لئے اس عمارت کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی ہے

کوئی نہیں۔ اس سارے علاقے کے گرد خاردار تاروں کا ایک چوڑا سلسلہ ہے جس کے اندر چوبیس گھنٹے بجلی کی سرکولیشن رہتی ہے خاردار تاروں کے درمیان ہر ایک فرلانگ کے فاصلے پر چیک پوسٹ بنی ہوئی ہیں جن کے اوپر سے سرچ لائٹ تاروں پر پھینکی جاتی ہے اور ہر چیک پوسٹ ٹی وی سسٹم سے آراستہ ہے۔ جو بھی کوئی ان خاردار تاروں کو عبور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان ٹی وی سیٹوں پر دیکھا جاتا ہے۔ صرف سمندر والی سمت خاردار تاریں نہیں ہیں۔ کیونکہ وہاں دیوار کی طرح سیدھی بلند اور چکنی چٹانیں ہیں جن پر چڑھنا ناممکن ہے۔ اور وہاں چٹانوں کے اوپر کمپنی کے کارکن باری باری پہرہ دیتے ہیں

ایکسٹو کا ایجنٹ صفدر جو تمہاری حراست میں ہے وہ کہاں

وہیں جہاں چیف ہے

بظاہر چیف کا کیا دھندا ہے۔

ایک بہت بڑی کیمیکل فیکٹری کا مالک ہے۔

فیکٹری کہاں ہے؟

گولڈن ہلز کے اندر

اس تک جانے کا راستہ؟

عرفان کو کوئی جواب نہ ملا تھا۔ کیونکہ وہ دونوں ختم ہو چکے تھے۔ تاہم وہ مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ کیونکہ وہ ان سے بہت کچھ حاصل کر چکا تھا۔

عرفان دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اپنے بیگ سے ایک مائیکرو بم نکال کر کار میں پھینکا اور پھر اس مین روڈ کی طرف دوڑنے لگا جو فیکٹری ایریا کے بازار کی طرف جاتی تھی۔ وہ کوئی دو سو گز کے فاصلے پر گیا ہوگا کہ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور کار ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر گئی۔

وہ رات عرفان فیکٹری ایریا کے ایک ہوٹل میں گزاری۔ اگلا روز بھی پورا اس نے اپنے کمرے میں سو کر گزار دیا تھا۔ برف باری ابھی تک جاری تھی اور ہر چیز برف میں ڈھک کر رہ گئی تھی۔ شام چھ بجے وہ ہوٹل سے نکلا اور دوبارہ اپنے مشن پر روانہ ہو گیا۔

جب وہ کیمیکل فیکٹری کے سامنے سے گزر کر ساحل سمندر کے پارک کی طرف جانے والی سڑک پر جا رہا تھا تو فیکٹری کے گیٹ سے ذرا آگے لکڑی کے ایک سرخ کیبن کے پاس ایک بے حد خوبصورت اور نیم عریاں لڑکی نے اس کا راستہ روکا

عرفان نے بڑی شستہ انگلش میں پوچھا۔

کیا چاہتی ہو خاتون!

اس نے عرفان کے قریب ہو کر پوچھا۔

بوسیدہ عمارت کی طرف جاتا تھا ۔ چٹانوں میں اپنے آگے پیچھے بڑی احتیاط سے دیکھتا ہوا وہ عمارت میں داخل ہوا اور بڑی رازداری سے بھاگتا ہوا وہ اس میدان کے کنارے آ کھڑا ہوا جس کے اندر کار کھڑی کی گئی تھی ۔ اس نے دیکھا۔ نیلے رنگ کی وہ کار ابھی تک وہیں کھڑی تھی ۔

اندھیرے کی اوٹ میں وہ بڑی پراسرار چال چلتا ہوا کار کے پاس آیا اس کا دروازہ کھولا اور پہلے کی طرح اپنے بدن کو سمیٹ کر وہ دونوں سیٹوں کے درمیان چھپ کر وہ سر اوپر اٹھا کر شیشے میں سے عمارت کی طرف دیکھنے لگا ۔ شاید اسے ان دو کی واپسی کا انتظار تھا جن کے تعاقب میں وہ یہاں تک آیا تھا ۔

اسے کچھ زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا تھا کہ وہی دونوں اسے آتے دکھائی دیئے ۔ وہ عمارت سے نکل کر کار کی طرف آ رہے تھے ۔ دونوں کافی مطمئن دکھائی دے رہے تھے ۔ اور دھیمی آواز میں باتیں کرتے ہوئے آ رہے تھے ۔ ان کی چال میں اب اسراریت نہ تھی ۔ ان کے انداز میں جستجو نہ تھی ان کی حالت اس مسافر جیسی تھی جو اپنی منزل پا لینے کے بعد مطمئن اور پرسکون دکھائی دیتا ہے ۔

دونوں آ کر کار میں بیٹھ گئے اور عمارت سے نکل کر وہ شہر کی جس سمت سے آئے تھے اسی سمت روانہ ہو گئے ۔ فیکٹری ایریا کے بازار سے ذرا آگے جہاں ایک نیم پختہ سی سڑک سمندر کی طرف جاتی تھی وہاں سے عرفان حرکت میں آیا اور پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا وہ روح تک لرزا دینے والی آواز میں دھاڑا ۔

کار کو سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر موڑ دو!

ان دونوں نے چونک کر جب پیچھے دیکھا تو عرفان پچھلی سیٹ پر بالکل ان کی طرف جھک کر بیٹھا تھا ۔ اس کے ایک ہاتھ میں سائلنسر چڑھا ہوا پسٹل تھا اور دوسرے میں وہی پن نما پوائنٹر ۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو حرکت دے کر شاید کوئی قدم اٹھانا چاہا لیکن عرفان کی دھاڑتی ہوئی آواز میں ایک بار پھر فضا کا سینہ چیرتی ہوئی ان کی سماعت سے ٹکرائی ۔

پہلے کی طرح بغیر حرکت کئے بیٹھے رہو ۔ جس نے بھی حرکت کی میں سیسے کی یہ گرم گولیاں اس کے کانوں میں اتار دوں گا ۔ ان دونوں کے چہرے پر مایوسی کی کئی تہیں جم گئیں ۔ اور کار انہوں نے عرفان کی خواہش کے مطابق دائیں طرف موڑ لی تھی ۔ اسی لمحے عمران نے پین پوائنٹر کا بٹن دوبارہ دبا کر ان دونوں کے جسموں میں بے حس اور انجام موت سے ہمکنار کر دینے والی چمکدار ہری پن داخل کر دی تھی ۔

ذرا آگے جا کر بائیں طرف ایک چٹان کے ساتھ عرفان نے کار روک دینے کو کہا ۔ کار فوراً رک گئی ۔ عرفان نے سیکنڈ سیٹ کی طرف بیٹھنے والے سے سوال کیا ۔

تمہارا کام کیا ہے !

اس نے مدہوشی کی سی آواز میں کہا ۔

چیف کے لئے جاسوسی ؟

وہ کہاں رہتا ہے

گولڈن ہلز کی چٹانوں کے اندر کہیں

اس کا صحیح ٹھکانہ

کسی کو علم نہیں

پھر اس کے پاس آ بیٹھا۔ بڑی خوفناک نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے عرفان نے پوائنٹر کا بٹن دبا دیا اور ہرے رنگ کا چمکتا ہوا ایک پن اس کے بازو میں اتر گیا۔

جلد ہی جب اس پر مدہوشی کی سی کیفیت چھائی تو عرفان نے پھر پوچھا۔

تمہارا چیف کہاں ہوتا ہے۔

اس نے رُک رُک کر جواب دیا

مجھے کوئی علم نہیں

کسے علم ہے اس کے ٹھکانے کا ؟

یہ بھی میں نہیں جانتا ؟

تمہارے یہاں کیا فرائض ہیں ؟

اس سٹور ہاؤس کی نگرانی

گولڈن ہلز کون سی ہیں

یہاں جن کے اندر تم اس وقت ہو

تمہارے ٹھکانے کہاں کہاں ہیں

شہر کے اندر سنی سائڈ کلب۔ اور ایک شہر سے جنوبی سمت سمندر کے کنارے مچھیروں کی بستی میں ایک پرانا گرجا گھر

عرفان شاید کچھ اور بھی پوچھتا مگر اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی اور وہ ختم ہو گیا۔

عرفان نے جلدی جلدی اس کی لاش کو برف کے اندر دبا دیا۔ اپنا ٹھیک سنبھال کر چسٹر پہنا اور اسی راستے کی طرف بھاگنے لگا۔ جو اس

نے اس کے پیٹ میں دے ماری اور ایک بار پھر وہ پتھریلی چٹان
جا گرا۔

زمین پر گرتے ہی عرفان نے پھر ایک جست لی اور اس کے
جا گرا۔ اس کا گریبان پکڑ کر اسے اوپر اٹھایا اور دو اچھے تندرست
اور خوب جاندار گھونسے اس کے پیٹ میں دے مارے۔ وہ بُری طرح کراہا اور کٹے ہوئے درخت کی طرح برف پر گر گیا۔

عرفان نے اپنا گھٹنہ اس کے پیٹ پر رکھا اور دونوں ہاتھوں
اس کی گردن دبوچتے ہوئے پوچھا

تمہارا باس کہاں ہوتا ہے۔

اس نے تھوک نگلتے ہوئے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

یہ ایک ایسا راز ہے جسے کوئی نہیں جانتا۔ اگر میں جانتا ہوتا تبھی
ہرگز نہ بتاتا۔

عرفان نے اس کی گردن پر اپنی گرفت اور زیادہ سخت کر دی

تمہیں بتانا ہوگا

اس نے بڑی مشکل سے سانس لیتے ہوئے بھاری آواز میں کہا۔

یہ تمہاری بھول ہے۔ میں کسی راز سے پردہ اٹھانے پر موت
ترجیح دوں گا۔

عرفان نے اس کی گردن چھوڑ دی اور اپنی دائیں کہنی کی
سخت ٹھک اس کے پیٹ میں لگائی وہ بری طرح کراہنے لگا اور بر
لوٹنے لگا۔

عرفان وہاں سے ہٹ کر اپنے چسٹر کے پاس گیا اور پن پوائنٹر

عرفان کی طرف بڑھا۔ عرفان بھی کسی بھوکے درندے کی طرح اس
کی طرف بڑھا۔
جونہی اس نے عرفان کے مُکّہ مارا عرفان بل کھاتا ہوا دوسرا ہو
گیا اور اس کے مکّے سے بچ گیا ساتھ ہی اس نے اپنا ایک فولادی گھونسہ
اس کے پیٹ میں مارا اور وہ کئی چکر کھاتا ہوا ایک چٹان سے جا لگا۔ عرفان
آگے بڑھ کر اسے جا لینے کے بجائے وہیں کھڑا رہا اور ایک مہیب اور
غیر مانوس قہقہہ لگایا جیسے وہ اس کی فتح کا نشان ہو۔
وہ بھی ہار ماننے والا نہ تھا۔ بجلی کی طرح کوندا اور دوبارہ عرفان
کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ دونوں اب ایک دوسرے کے گرد چکر لگانے لگے
تھے۔ عرفان نے اس سے سرگوشی کی تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی
ہوئی ہے۔
اس نے دانت پیس کر جواب دیا۔
میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا۔ ایک مُکّہ مارنے کے بعد شاید تم
اپنا آپ بھول گئے ہو اس کے ساتھ ہی اس نے پھر عرفان کو مکّہ مارنا
چاہا۔ عرفان نے جونہی اپنا دفاع کیا کہ وہ بڑی تیزی سے پینترا بدل
گیا۔ گیند کی طرح وہ اچھلا ایک پاؤں عرفان کی دائیں ٹانگ اور دوسرا
پاؤں اس کے پیٹ میں بڑے زور سے مارتے ہوئے اس نے عرفان کو
کئی گز دور بڑی بے بسی کے عالم میں گرا دیا اور پھر دیا دیا سا غراہٹ
آمیز قہقہہ لگاتا ہوا وہ عرفان کی طرف بڑھا۔
عرفان نے لیٹے ہی لیٹے چیتے کی طرح اپنے بدن کو سمیٹا۔ دوسرے
ہی لمحے وہ ہوا میں اچھلا اور ایک چکرا دینے والی فلائنگ کک اس

تمہارے سامنے والے پتھر کے پیچھے
پہریدار نے بڑی سختی سے کہا
اپنی جگہ پر کھڑی ہو جاؤ
بڑی بے بسی سے جواب ملا
میں زخمی ہوں اور حرکت نہیں کر سکتی
پہریدار بڑے محتاط انداز میں اپنی سٹین گن تانے آہستہ آہستہ
آگے بڑھا اور پھر ایک ہاتھ میں سٹین گن لے کر جب اس نے دوسرے
ہاتھ سے چسٹر پکڑ کر اوپر اٹھانا چاہا تو اس کی پشت پر سے عرفان نے
اس پر چھلانگ لگا دی۔ دونوں برف پر گر گئے اور اسی کشمکش میں عرفان
نے اس سے سٹین گن چھین کر چٹانوں کے پیچھے ساحل سمندر پر پھینک دی
دونوں فوراً کھڑے ہو گئے اور خونخوار جنگلی بھینسوں کی طرح
وہ ایک دوسرے کے سامنے جھکے حملہ آور ہونے کی سوچنے لگے۔ عرفان
شاید وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا۔ تیزی سے آگے بڑھا اور اپنی دائیں
ٹانگ کو سونگ دیکر اس نے پاؤں کی ایک بھرپور ٹھوکر اس کی ٹھوڑی
کے نیچے لگائی۔ وہ لڑکھڑایا مگر پھر سنبھل کر مستعد ہو گیا اور ذرا آگے جھکتے
ہوئے عرفان کے جبڑے پر ایک سخت مکہ مارنا چاہا مگر عرفان اپنا جبڑا بچا
گیا اور مکّہ اس کے شانے پر ہتھوڑے کی طرح برس گیا۔ عرفان اب
اور زیادہ طیش میں آ گیا تھا بائیں ہاتھ سے اس نے اس کی گردن
دبوچ لی اور دائیں ہاتھ کے دو خوب زوردار مکے اس کے پیٹ میں
جمائے۔ وہ بے سدھ ہو گیا اور برف پر گر لیا۔ عرفان بڑی تیزی
سے حرکت میں آیا۔ پن پوائنٹ سے اس پر ہیرے رنگ کا پن فائر کر دیا۔

اور جب اس پر غنودگی چھانے لگی تو عرفان نے پوچھا
گدھ نما چٹان یہاں سے کتنی دور ہے۔
صرف دو فرلانگ، اس نے اٹک اٹک کر جواب دیا۔
کس سمت ہے ؟
شمالی مشرقی سائڈ پر
تمہارا چیف کیا گولڈن ہلز کے تہہ نیچے تہہ خانوں میں رہتا ہے
ہاں۔
اس تک جانے کا راستہ
میں نہیں جانتا

عرفان نے تھوڑی دیر وہیں بیٹھ کر انتظار کیا۔ جب وہ مر گیا تو عرفان نے اسے برف کے نیچے دبا دیا اور خود چٹانوں کی اوٹ میں ہوتا ہوا بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ وہ ابھی بمشکل دو سو گز ہی طے کر پایا تھا کہ اس کے چاروں طرف زور زور سے آوازیں ابھرنے لگیں۔

سائمن! سائمن! آوازیں اس قدر کریہہ اور زور دار تھیں جیسے بے شمار بد روحیں ایک ساتھ مل کر گلا پھاڑ پھاڑ کر مہیب انداز میں چلّا اٹھی ہوں اور کسی کو موت کی دعوت دے رہی ہوں۔ کوئی عام انسان ہوتا تو پاگل ہو جاتا مگر وہ عرفان تھا جس کا جسم فولادی تھا۔ تاہم ان آوازوں سے اس کے ذہن میں سینکڑوں چیونٹیاں رینگ اٹھی تھیں مگر وہ اور زیادہ تیز رفتار سے اپنی منزل کی طرف بھاگنے لگا اور مہیب آوازوں کے تاثر کو کم کرنے کی خاطر اس نے بیگ سے روئی نکال کر

اپنے کانوں میں ٹھونس لی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ جگہ انسانوں کا نہیں بد روحوں کا ٹھکانہ ہو۔

دس منٹ تک اور بھاگنے کے بعد عرفان رک گیا۔ اب وہ گدھ نما چٹان اس کے سامنے صاف دکھائی دے رہی تھی لیکن اس تک پہنچنے کا اسے کوئی راستہ نظر نہ آرہا تھا۔ مہیب آوازیں اسی طرح اس کا نام لے لے کر اسے پکار رہی تھیں مگر وہ ان کی طرف سے بے پرواہ ہو گیا تھا۔ چٹانوں کی بھول بھلیوں کا چکر کاٹ کر وہ سینکڑوں فیٹ نیچے اترتا چلا گیا اور ایک ایسی جگہ جا کھڑا ہوا جہاں سے سیدھا اوپر کئی سو فیٹ بلندی پر وہ گدھ نما چٹان اسے دکھائی دے رہی تھی

عرفان نے ہمت نہ ہاری اور تیزی سے چٹانوں میں پاؤں جما جما کر اوپر چڑھنے لگا۔ جب وہ اس سیاہ گدھ نما چٹانوں سے ذرا نزدیک ہوا تو فضا میں بلند ہوتی ہوئی آوازوں میں ایک اور آواز کا اضافہ ہو گیا۔

سائمن! ہیلپ۔ سائمن ہیلپ

آواز بالکل، سو فیصد صفدر کی تھی۔ اس قدر وحشت ناک جیسے وہ کسی ناقابلِ برداشت تکلیف اور کرب میں مبتلا ہو۔

عرفان اور زیادہ تیزی سے اوپر چڑھنے لگا۔ آوازیں بھی اب اور زیادہ تیزی سے بلند ہو کر اس کی سماعت سے ٹکرا رہی تھیں۔ عجیب پُراسرار اور وحشت ناک سا ماحول ہو گیا تھا۔ سردی اور برفباری کے باوجود عرفان کی پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی۔

جب وہ اس گدھ نما چٹان کے سامنے جا کھڑا ہوا تو عرفان کو محسوس ہوا جیسے اس کے پاؤں کی زمین کانپ اٹھی ہو۔ اور

وہ چٹان کے اوپر بنی ہوئی پتھر کی غلیظ گدھ اپنے پر پھڑپھڑا کر اس پر حملہ آور ہو گئی ہو۔ پھر وہ سیاہ اور مہیب چٹان جس کے اوپر وہ گدھ بنی ہوئی تھی عرفان کے دیکھتے ہی دیکھتے حرکت میں آئی اور بڑی تیزی سے عرفان کی طرف بڑھی۔ عرفان کے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ نہ تھا۔ دائیں بائیں بلند چٹانیں تھیں جن پر چڑھنا ناممکن تھا۔ اور پیچھے سینکڑوں فیٹ گہری کھڈ تھی جس میں موت جھانک رہی تھی۔

چٹان بڑی تیزی سے آگے بڑھی اور عرفان بے بسی کے عالم میں سینکڑوں فیٹ گہری کھڈ کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد عرفان کی دل ہلا دینے والی چیخ بلند ہوئی جیسے اس پر موت کے فرشتے نے حملہ کر دیا ہو۔

فضا میں اب ان پراسرار آوازوں کے بجائے مہیب قہقہے بلند ہونے لگے تھے۔ فتح اور خوشی کے ملے جلے قہقہے۔



رات کی گہری تاریکی میں جبکہ ہر طرف خاموشی اور سکوت تھا اور آسمان سے زوروں کی برف باری ہو رہی تھی۔ عمران شہر کی جنوبی سمت برف میں دھنستا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ گو وہ علاقہ

شہر کی ایک مضافاتی بستی تھا تاہم اس میں سٹریٹ لائٹ نہ تھی جس کے باعث رات کے اس سمے وہاں تاریکی بلکہ گہری تاریکی ہر چیز کو لپیٹے ہوئے تھی۔

عمران بڑی تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا۔ کچھ ایسے عزم کے ساتھ گویا وہ بہت جلد اپنی منزل کو جالینا چاہتا ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسی عمارت کے سامنے کھڑا تھا جو گرجا نما تھی اور جس کے کلس سرخ رنگ کے تھے۔ یہ وہی عمارت تھی جس کی نشاندہی سنی سائڈ کلب میں عمران کے ہاتھوں مرنے والے مسٹر میتھو نے کی تھی۔

عمارت کی ایک دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر عمران نے اپنے اوسٹر اور فلیٹ ہیٹ سے برف جھاڑی۔ اپنے پستول پر سائلنسر چڑھا کر چیسٹر کے سارے بٹن کھول دیئے اور پھر دیوار کے ساتھ آگے کی طرف کھسکتے ہوئے وہ عمارت کے اندر داخل ہونے کی راہ تلاش کرنے لگا۔ بیس پچیس قدم چلنے کے بعد وہ ایک دروازے کے سامنے کھڑا تھا جو شاید عمارت کے اندر داخل ہونے کا راستہ تھا۔

عمران نے شیشے میں سے اندر جھانکنے کی کوشش کی مگر اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ کمرے کے اندر گہری تاریکی تھی۔ اسی لمحہ شاید جھونپڑوں میں سے کسی ایک کی چھت پر کوئی کتا بڑے دل ہلا دینے انداز میں رونے لگا تھا جیسے اس نے خونی اور آدم خور روحوں کو دیکھ لیا تھا۔ کافی دیر تک اس کی ہولناک آوازیں فضا میں گونجتی رہیں اور پرسکون ماحول کے سینے میں ارتعاش سا پیدا ہوتا رہا۔

عمران نے ماحول کی اس ہولناکی کا کوئی اثر نہ لیا۔ اس نے در
کو ذرا سا پیچھے دبایا۔ اس کی توقع کے خلاف دروازہ کھلا تھا
اور اندر کی طرف سے بند نہ تھا۔ جونہی اس نے دبایا وہ کسی آوا
کے بغیر کھلتا چلا گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی عمران فرش پر لیٹ
گیا اور دیوار کے ساتھ ساتھ رینگنا شروع کر دیا۔ اس طرح اس نے
پورے کمرے کا دیواروں کے ساتھ ساتھ رینگتے ہوئے ایک چکر لگا یا
شاید اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کمرے کے اندر کوئی نہیں ہے۔ و
کھڑا ہو گیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک اور دروازے کے پاس
کھڑا ہوا جو شاید کسی دوسرے کمرے میں کھلتا ہو گا۔
عمران اس دروازے کے شیشے میں سے اندر جھانکا۔ وہاں
بھی کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ کیونکہ لائٹ آف تھی اور اندر گھپ اندھیرا
تھا۔ تاہم وہ کمرے کے اندر انسانی بو پا گیا تھا اور اس کے ریڈیائی
کے سے حساس کان کمرے کے اندر چند انسانی سانسوں کو محسوس
کر چکے تھے۔
دروازے کے باہر ہی کھڑے کھڑے عمران نے اپنی جیب
سے دوات کے ڈھکن کے حجم کا سیاہ رنگ کا ایک آلہ نکالا۔ پھر
دوسری جیب سے اس نے ٹیپ نکالی جو خاصی چوڑی تھی۔ پہلے ٹیپ
کا ایک کاٹ کر اس نے آلے کے اوپر الٹا رکھا پھر دو اور چھوٹے
ٹکڑوں کی مدد سے اس نے پہلے ٹکڑے کے دونوں سرے اس حال
میں اس آلے کے اوپر چپکا دیئے تھے کہ پہلے ٹکڑے کا چپکنے والا حصہ
باہر رہ گیا تھا۔

چکے تھے۔ مگر وہ کوئی اثر نہ لے رہا تھا۔ کچھ سوچ کر وہ ربڑ کے درختوں
کے ایک جھنڈ کے اندر چلا گیا۔ اپنے بیگ سے پلاسٹک کا ایک بڑا
لفافہ نکالا اور اپنا چسٹر اور فلیٹ ہیٹ کو اس میں پیک کر لیا پھر اس
نے اپنے لباس کے اوپر ہی واٹر پروف ڈریس پہن لیا اپنا بیگ اور
پلاسٹک کا لفافہ اپنی پیٹھ پر باندھ لئے۔ بیگ سے اس نے ایک
چھوٹی سی ٹارچ نکال کر ہاتھ میں لے لی تھی اور ایک مائیکرو ٹائپ
کیپسن پروا ائڈر اس نے اپنے منہ میں دبا لیا تھا۔ درختوں کے جھنڈ
سے نکل کر وہ باہر آیا اور سمندر میں کود گیا۔
ساحل کے ساتھ ساتھ وہ شمال مغربی سمت آدھ گھنٹے تک
تیرنے کے بعد ان بلند و بالا چٹانوں کے پاس سمندر سے باہر نکلا جس
جانب گولڈن ہلز کی آخری چٹانیں تھیں۔ ایک پتھر پر بیٹھ کر عرفان نے
ان مہیب اور سیاہ چٹانوں کا جائزہ لیا۔
پھر اس نے اپنے تھیلے سے دو ویکیم سٹیپس نکالے ان میں ایک
کو اس نے چٹان کے اوپر جما کر اس کا ننھا سا ہینڈل گھمایا۔ ہینڈل کے
پیچھے لگے ہوئے ڈبے سے ہوا نکلی اور وہ دیوار کے ساتھ چپک گیا۔
عرفان نے زور لگا کر اسے کھینچا مگر وہ دیوار سے علیحدہ نہ ہوا۔
عرفان اس پر ہاتھ جما کر تھوڑا سا اوپر چڑھا اور دوسرا ویکیم سٹیپ
اس سے اوپر جا جمایا۔ پہلے کا ہنڈل وہ پھر پہلی حالت پر لے آیا۔ اس میں
ہوا بھر گئی اور وہ چٹان سے علیحدہ ہو گیا تھوڑا سا اوپر جا کر اس نے
پہلے کو اور اوپر جا جمایا اس طرح آہستہ آہستہ آدھ گھنٹے کی زبردست
تھکا دینے والی کشمکش کے بعد وہ چٹانوں کے اوپر چڑھ گیا اور ایک

پتھر کی اوٹ میں بیٹھ کر وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا کہ یہاں پہرہ دینے والا کہاں اور کس جگہ کھڑا ہے لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔ وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے کوئی فیصلہ کیا۔ اپنا پلاسٹک کا لفافہ کھ کر چیسٹر کو نکالا اور پتھر کی اوٹ میں اس انداز سے پھیلا دیا جیسے وہاں کوئی آدمی چیسٹر پہن کر لیٹا ہوا ہو۔ اس کام سے فارغ ہو کر عرفان نے اپنے بیگ سے ایک چھوٹا سا ساؤنڈ ریسور اور ایمپلیفائر نکالا اور اس کا سوئچ آن کر کے اس چیسٹر کے نیچے رکھ کر وہ رینگتا ہوا چند گز کے فاصلے پر ایک دوسرے پتھر کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا۔

بیگ سے اس نے ایک اور آلہ نکالا اور اسے منہ سے لگا کر وہ اپنی آواز بدل کر یوں کراہنے لگا جیسے کوئی جوان عورت بڑے کرب کے انداز میں کراہ رہی ہو۔ اس کی یہ آواز چیسٹر کے نیچے پڑے ہوئے ساؤنڈ ریسور میں زور زور سے ابھرنے لگی۔ پھر اس نے پہلے کی نسبت بھی زیادہ زور سے پکارنا شروع کیا۔

ہیلپ ہیلپ۔ پلیز ہیلپ۔ آئی۔ ایم۔ ڈائنگ (میں مر رہی ہوں)

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اندھیرے میں ایک طرف سے پہریدار نمودار ہوا اور نزدیک آ کر اس نے پوچھا کون ہو تم؟

چیسٹر کے نیچے سے جواب ملا

میں ایک بے لبس عورت ہوں۔

تم یہاں کیسے آئی ہو؟

یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ پہلے میری مدد کرو۔ میں مر رہی۔

تم کہاں ہو۔

دروازہ کھول کر وہ کسی تیز اور خطرناک طوفان کے جھونکے کی طرح کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اور اس سیاہ آبے کو ٹیپ کی ایک ستون سے چپکا کر وہ ہوا میں یوں اچھلا تھا۔ جیسے کسی نے بجلی کی کسی ننگی تار کو چھو لیا تھا۔ اور پھر دروازہ ٹوٹنے کی آواز آئی۔

اسی لمحے کمرے کے اندر سے بھاری اور تحکمانہ آواز بلند ہوئی تھی

جہاں ہو وہیں کھڑے رہو ورنہ گولیوں سے چھلنی کر دیئے جاؤ گے۔ اس کے ساتھ ہی کمرے کے اندر کئی بلب جل اٹھے تھے اور کمرہ تیز روشنی میں نہا گیا۔ کمرے کے اندر ایک میز کے گرد چار آدمی بیٹھے تھے۔ دو کے پاس سٹین گنیں اور دو کے پاس ریوالور تھے۔ وہ چاروں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کمرے کا جائزہ لے رہے لیکن عمران انہیں کہیں بھی دکھائی نہیں دیا تھا۔ وہ سخت حیران اور پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ کیونکہ انہیں امید تھی اندر آنے والا بچ نہ سکے گا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ عمران یوں اوجھل ہو گیا تھا جیسے وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا ہو یا اسے زمین نگل گئی ہو۔ بہرحال عمران وہاں نہیں تھا

وہ کوئی اگلا قدم اٹھانے کے لئے ادھر ادھر پھیلنا ہی چاہتے تھے کہ کمرہ میں ایک غیر مانوس سا اور رونگٹے کھڑے کر دینے والا قہقہہ ابھرا اور رات کے پرسکون ماحول میں بوسیدہ سی اس عمارت کے سارے کمرے اس قہقہے کی بازگشت سے گونج اٹھے۔ وہ چاروں آواز کی اس ہولناکی پر اپنی روح کی گہرائیوں تک کانپ گئے تھے۔

پھر کمرے کے اندر بھرائی ہوئی، گونجدار اور بارعب بھڑکیلی آواز بلند ہوئی

نادانو! اپنے ہتھیار ڈال دو۔ تم موت سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔

ان میں سے ایک نے اپنی ساری قوت اور جوانمردی بروئے کار لا کر پوچھا۔

تم کون ہو؟ اور یہاں کس لئے آئے ہو

آواز پھر اسی گہرائی اور وحشیانہ پن کے ساتھ سنائی دی۔

میں تم سب کی موت ہوں اور یہاں تمہاری روحیں سلب کرنے آیا ہوں۔

اپنے آپ پر اتنا ہی بھروسہ اور اعتماد ہے تو سامنے آ کر ہم سے مخاطب ہو

وہی آواز اس بار غصیلی اور زہر آلود ہو کر سنائی دی

ہتھیار ڈال دو اگر زندگی کی ضرورت ہے۔ ورنہ میرے ہاتھوں موت کا انتظار کرو۔

ان میں ایک جو شاید اپنے آپ کو زیادہ ہی جرات مند اور ہوشیار جانتا تھا۔ چند قدم دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

دیکھتا ہوں تم ہمارا کیا کرتے ہو۔ ہم تمہاری گیدڑ بھبکیوں سے دبنے والے نہیں۔ یہ حربہ کہیں اور جا کر آزماؤ۔

کمرے کے اندر سنسناتی ہوئی گولی آئی اور وہ دروازے کی طرف بڑھنے والے کا سر خربوزے کی طرح توڑتی ہوئی نکل گئی۔ عمارت میں ایک گلا

…ئی آواز سنائی دی۔ پھر سکوت اور خاموشی چھا گئی۔

…ز پھر گونجی

…ہتھیار ڈال دو۔ ورنہ تم سب کی کھوپڑیاں میرے نشانے کی زد … اور یاد رکھو میرا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا۔

… انہوں نے چھلانگیں لگا کر ایک دم ستونوں کی اوٹ میں ہونا … یہ ان کی حماقت تھی یہ نہ جانتے تھے کہ ان کا واسطہ ایکسٹو …ے جو رونما ہونے واقعات کو پہلے ہی بھانپ لیتا ہے۔ اسی لمحہ …نک ہوئی اور ان میں سے دو بڑی کرب انگیز چیخیں بلند کرتے … فرش پر گر کر ٹھنڈے ہو گئے۔

… چوتھا اور آخری آدمی جو زندہ رہ گیا تھا۔ شاید معاملے کی نزاکت … تھا لہٰذا اس نے اپنی سٹین گن دور پھینک دی اور دونوں …پر کر کے کھڑا ہو گیا۔ عمران جو ٹیپی چھلانگ لگا کر دروازے کے …پ گیا تھا اور ٹوٹے ہوئے بلکہ جس شیشے کو اس نے خود توڑا … ان میں سے ان پر گولیاں چلاتا رہا تھا۔ دروازے کی اوٹ … کر کمرے کے اندر آیا۔ ان کے آخری آدمی کی پہلے تلاشی لی۔ پھر …سیوں میں جکڑ کر اس کے منہ پر ٹیپ لگائی اور اسے اٹھا کر وہ … سے باہر نکل گیا۔

عمارت کے احاطہ کے اندر ہی درختوں کے جھنڈ میں جہاں …ا اور گہرا تھا اور زمین پر برف بھی کم تھی عمران نے اسے زمین …۔ اور اس کے منہ سے ٹیپ اتار کر اپنی جیب سے سرنج نکال کر

دھیمی سی سرگوشی آمیز آواز میں پوچھا۔

تم یہاں ڈگلس آرتھر کی حفاظت پر مامور تھے۔

اس نے نشیلی آواز میں جواب دیا۔

ہاں

اس وقت وہ کہاں ہے

بندرگاہ اور جزیرے مارٹلے کے درمیان نیلے رنگ کا ایک بہت بڑا بحری جہاز کھڑا ہے جس کی چمنی پر سرخ اور سیاہ داریاں ہیں۔ ڈگلس اس وقت اس جہاز میں ہے

اسے یہاں سے کیوں نکالا گیا

کلب کے اندر ہمارا ایک آفیسر مسٹر میتھو قتل ہو گیا تھا۔ اس کے کمرے میں خودکار ٹیپ ریکارڈ لگے ہوئے تھے جس کی مدد سے معلوم ہوا ہے کہ کوئی شخص مسٹر ڈگلس کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔ اور چونکہ مسٹر میتھو نے انہیں صحیح لوکیشن بتادی تھی لہٰذا اسے یہاں سے نکال لیا گیا ہے۔

اگر ڈگلس نے تمہارے چیف سے علیحدگی اختیار کر لی تھی تو اسے قتل کیوں نہ کر دیا گیا۔

اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو ڈگلس دنیا کا بہترین سائنسی دماغ رکھتا ہے اور چیف اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ دوسرے ہمارے کارکنوں میں ڈگلس کے بہت سے حامی بھی ہیں۔ اس کے قتل پر وہ بغاوت کر سکتے ہیں۔

اسے وہیں کیوں نہ رکھا گیا جہاں تمہارا چیف ہے۔

وہاں یہ اپنے حامیوں کو چیف کے خلاف اکسا سکتا تھا جس کی
ے یہ بہت بڑا خطرہ ثابت ہو سکتا تھا۔

جس جہاز کے اندر اس وقت ڈگلس ہے۔ اس میں کتنے آدمی
ں گے۔

صحیح تعداد کا علم نہیں۔ تاہم چند ایک ہی ہوں گے جو ڈگلس کی
ظت پر مامور ہیں۔

عمران خاموش ہو گیا اور شاید اس کی موت کا انتظار کرنے لگا۔
منٹ بعد عمران نے اس کی نبض دیکھی اور دل کی دھڑکن محسوس کی
اک کے آگے ہاتھ رکھا۔ وہ مر چکا تھا۔ عمران وہاں سے اٹھا اور
رت کے احاطے سے باہر نکلا اور بڑی تیز رفتار سے بھاگنے لگا۔ اس
خ بندرگاہ کی سمت تھا۔

بندرگاہ پر کھڑے ہو کر عمران نے مائیکرو بائینا کولر کے ذریعے سمندر
اس حصے کا جائزہ لیا جو بندرگاہ اور جزیرہ مارٹلے کے درمیان پڑتا
۔ کوئی دو منٹ تک اس نے اس پورے علاقے کا جائزہ لیا۔

بندرگاہ پر چلتے چلتے وہ ایسے علاقے میں آیا جو رات کے اس
ت سنسان تھا۔ ایک عمارت کی اوٹ میں ہو کر عمران نے واٹر پروف
یس پہنا۔ اپنا چسٹر ہیٹ اور چند دوسرے کپڑے اس نے واٹر پروف
ب کے اندر اپنی پیٹھ پر باندھ لئے تھے۔ ناک اور منہ پر پاکٹ سائز
جن پر وو انڈر چڑھایا اور سمندر میں کود گیا۔ پانچ منٹ تک وہ سمندر
ے اندر تیرتا ہوا اس جہاز کے رخ پر آگے بڑھتا رہا۔ اتنے میں دائیں جانب
ے ایک لانچ آتی دکھائی دی جس کی لائٹ سے سمندر کا کافی حصہ روشن

ہو رہا تھا۔ عمران پانی کے اندر غوطہ لگا گیا اور اسی سمت آ
رہا۔

دس منٹ تک پانی کے نیچے ہی نیچے تعین کی ہوئی سم
رہا۔ پھر پانی سے سر باہر نکال کر ماحول کا جائزہ لیا۔ اب وہ جہا
تھوڑی ہی دور تھا اور وہ اسے دیکھ سکتا تھا۔ بڑی تیزی
ہوا وہ اس جہاز کے پاس آیا۔ اس کے ارد گرد ایک چکر لگا ک
جائزہ لیا پھر اس جگہ آ کھڑا ہوا جہاں ایک لائف بوٹ میں سے
جہاز کے اندر جانے کا راستہ تھا۔

پانی سے نکل کر وہ لائف بوٹ میں بیٹھ گیا۔ چند لمح
جہاز کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کسی کی موجودگی کا اندازہ لگاتا ر
اطمینان کر لینے کے بعد وہ کھڑا ہوا تھا اور جہاز کے اندر داخ

جہاز کے اندر اس نے قدم رکھا ہی تھا کہ اپنے دائیں
بائیں اسے دو آدمی اس کی سمت آتے دکھائی دیئے۔ عمران وہ
گیا۔ الٹے پاؤں بغیر آواز پیدا کئے وہ لائف بوٹ کے اندر آ
سے پانی میں اترا اور بوٹ کی آڑ لے کر وہ ان کی طرف دیکھنے لگ

جب وہ دونوں ایک دوسرے کو کراس کرتے ہوئے مخ
سمتوں کو نکل گئے تو عمران وہاں سے نکل کر پھر جہاز میں داخل ہ
اور بڑی تیزی سے پنجوں کے بل چلتا ہوا وہ ان میں سے ایک ک
میں گیا۔ پلک جھپکنے میں اس پر جھپٹا۔ ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھ
دوسرے ہاتھ کی ایک سخت تھپک اس کی گردن پر جمائی۔ وہ بیچارہ م
طرح عمران کے ہاتھ میں ہرا گیا۔ عمران نے اسے ایک اور دائیں

کی ٹھوکر مار کر بے ہوش کر دیا۔ بڑی تیزی سے وہ واپس مڑا اور اس کو
کھینچتا ہوا کیبن کے سائے کی اوٹ میں ہو گیا۔

دوسرا پہریدار جب چکر کاٹ کر وہاں سے گزرنے لگا تو عمران
اس پر بھی جھپٹا اس سے سٹین گن چھین کر اس نے سمندر کے اندر
پھینک دی اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن ناپتے ہوئے
پوچھا۔

مسٹر ڈگلس کہاں ہے!

جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو عمران نے اس کی گردن پر گرفت ذرا
مضبوط کرتے ہوئے پھر پوچھا

بولو! مسٹر ڈگلس کہاں ہے؟

اس کا سانس بند ہونے لگا تھا اور اسے یوں لگا جیسے وہ چند گھڑی کا
مہمان ہو۔ اسی لئے وہ ہکلاتا ہوا بولا۔

نیچے ہے

کتنے آدمی اس پر پہرہ دے رہے ہیں

دو

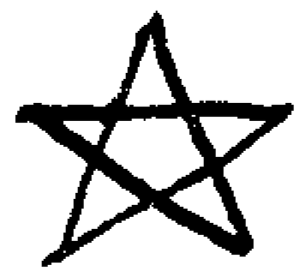
عمران نے دونوں کے گلے گھونٹ کر انہیں ختم کر دیا اور
اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ پھر وہ کیبن کا دروازہ کھول کر اندر داخل
ہوا اور نچلی سٹوری کی طرف جانے والی سیڑھیاں اترنے لگا۔ ابھی تین
سیڑھیاں رہتی تھیں کہ اس نے اپنے سامنے کمرے کے وسط میں ایک
آدمی کو دیکھا۔ وہ ادھیڑ عمر کا تھا۔ ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے اور
پاؤں بھی کس کر جکڑے ہوئے تھے۔

اس کے قریب ہی دائیں اور بائیں کرسیوں پر دو آدمی بیٹھے
تھے جن کے ہاتھوں میں سائلنسر چڑھے ہوئے پستول تھے۔ انہوں
بھی عمران کو دیکھ لیا اور جونہی انہوں نے اپنے پستولوں کا رخ عمران
کی طرف کیا۔ اس نے ایک اونچی چھلانگ لی اور فضا کے اندر ہی
چکی کی طرح گھومتے ہوئے وہ سنگ آرٹ کا بہترین مظاہرہ کرنے لگا
اس وقت تک وہ اس فن کا مظاہرہ کرتا رہا جب تک گولیاں
چلتی رہیں اور جب ان دونوں کے پستول خالی ہو گئے اور انہوں نے
نئی میگزینیں لگانا چاہیں تو عمران ان پر جھپٹ پڑا اور ان کے
ہاتھوں سے پستول چھین کر دور پھینک دیئے۔

اب وہ دونوں نہتے تھے اور ماہر باکسروں کے سے انداز میں
مکے تانے ہوئے عمران کی طرف بڑھے۔ جب ان دونوں نے ایک
ساتھ عمران کو مکے مارنے چاہے تو عمران گیند کی طرح اچھلا اور پھر
ایک لمبی جست کے ساتھ وہ دونوں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا ایک
طرف جا گرا۔ جاتے جاتے وہ دونوں کے سروں پر اپنے دائیں اور
بائیں ہاتھ کے ہلکے ٹائپ کے مکے بھی لگاتا چلا گیا تھا۔

وہ دونوں سٹپٹا کر رہ گئے تھے۔ دوبارہ عمران کی طرف
لپکے۔ عمران اب ان کے سامنے پتھر کے کسی مجسمے کی طرح جم کر کھڑا ہو
گیا تھا۔ جونہی وہ نزدیک آئے۔ عمران کو ایک چکمہ دے کر دوسرے
کے قریب ہوا اس کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور پھر ایسا سخت
گھونسہ اس کے پیٹ میں مارا کہ وہ دوہرا ہوتا ہوا پیچھے ہٹتا چلا گیا۔
اور بڑی بے بسی کے عالم میں دیوار سے جا ٹکرایا۔ دوسرے نے

جب عمران کے مکہ مارا تو عمران نے اس کا پکڑ لیا۔ ہلکی سی پتنگ کی
مانند اسے اپنے چاروں طرف گھمایا اور پھر ایک دیوار کے ساتھ زور سے پٹخ دیا۔
پھر وہ وحشی ہو گیا تھا۔ دونوں کو اس نے مار مار کر بے ہوش کر دیا۔
اپنے سامنے پڑے ہوئے ڈگلس کی رسیاں کھولیں۔ اسے اٹھا کر باہر
آیا اور سمندر میں کود گیا۔



گدھ نما چٹان جس وقت بڑی تیزی سے عرفان کی
طرف بڑھ رہی تھی اور وہ اپنے دائیں بائیں اونچی اونچی چٹانوں میں
گھرا ہوا نیچے سینکڑوں فیٹ کھڈ کی طرف لڑھکتا جا رہا تھا۔ اس نے
بڑی تیزی سے باری باری اپنے بوٹوں کی ایڑیوں کو زور سے چٹانوں
کے ساتھ مارا۔ اس کے بوٹوں کے نیچے تین تین مضبوط سپرنگ نمودار
ہوئے جن کے سہارے اس نے فضا میں بار بار اچھلنا شروع کر دیا۔
اس طرح وہ اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا اور بجائے اس کے
وہ سینکڑوں فیٹ نیچے پتھروں کے اوپر گر کر ہلاک ہو جاتا۔ فضا میں بلند
ہو کر اس نے اس گدھ نما چٹان کی گردن اپنے دونوں سے پکڑ لی تھی۔
چٹان ایک مقررہ جگہ پر جہاں چٹانیں دیوار کی شکل میں سیدھی

نیچے جاتی تھی رک گئیں۔ وہاں تک اگر کوئی شخص اس کے آگے آگے بھاگتا ہوا پہنچ جاتا تو اس کی موت یقینی تھی۔ کیونکہ وہاں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس کا سہارا لے کر نشیب میں گرنے سے بچا جا سکتا۔

صرف ایک منٹ تک چٹان وہاں کھڑی رہی۔ پھر وہ واپس سرکنا شروع ہوئی اور اپنی پہلی جگہ پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ عرفان نے اپنے پاؤں فضا میں لہرائے اور پھر بدن اوپر سکیڑا اور اس چٹان اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا جہاں چٹان کھڑی تھی اس کے بالکل ساتھ ہی دائیں طرف چٹان کو کاٹ کر سیڑھیاں بنائی گئی تھیں شاید ان کی مدد سے چیف کے پیغامات گدھ کے منہ میں ڈالے جاتے ہوں گے۔

فضا میں بلند ہوتے ہوئے وہ خوفناک قہقہے اب ختم ہو گئے تھے۔ ہر طرف سکوت اور کاٹ کھانے والی خاموشی تھی۔ کچھ خبر نہ تھی کہ اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے۔ تاہم عرفان اس پتھریلی گدھ کے دونوں پروں کے درمیان بیٹھا حالات کا جائزہ لے رہا تھا کہ چیخ اور چنگھاڑتی ہوئی ایک آواز رات کے پرہول سناٹے میں بلند ہوئی وہ بچ گیا ہے اور اس وقت چٹان کے اوپر بیٹھا ہوا ہے۔

عرفان کا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ وہ چوکنا تھا اور بد سے بدترین حالات کا بھی مقابلہ کرنے کے لئے اس وقت تیار تھا۔ وہ فوراً گدھ کے دونوں پروں کی اوٹ میں اوندھے منہ لیٹ گیا۔ اس نے ابھی اپنی کمر نیچے کی ہی تھی کہ ایک کئی گولیاں سنسناتی ہوئی اس کے اوپر سے گزر گئیں۔ وہی مہیب آواز پھر فضا میں بلند ہوئی۔ وہ چٹان کے اوپر لیٹ گیا ہے۔ چٹان کی پشت سے ہو کر اس پر گولیاں برساؤ۔

عرفان ایک طرح سے دشمن کے اندر گھر چکا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر پریشانی یا گھبراہٹ کے آثار نہ تھے۔ وہ پرسکون تھا۔ بالکل یوں جیسے وہ ایسے ہی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پیدا ہوا ہو۔ اپنے بیگ سے کوئی چیز نکال کر عرفان نے اسے گھڑی کے انداز میں چابی دی پھر اسے گدھ کے منہ میں رکھ کر وہ نیچے کود گیا اور بھاگتا ہوا ایک چٹان کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا۔

وہ خونخوار آواز پھر سنائی دی۔

وہ چٹان سے اتر گیا ہے۔ اور دائیں طرف ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ جونہی وہ آواز ختم ہوئی فضا میں ایک ہولناک دھماکہ ہوا بالکل یوں جیسے کسی بمبار طیارے نے ایک ساتھ کئی بم گرا دیئے ہوں۔ گدھ نما اس چٹان کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ یہ اس بم کی وجہ سے ہوا تھا جو عرفان نے گدھ کے منہ میں رکھا تھا۔

عرفان جو ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھا ہوا تھا کھڑا ہو گیا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ گہری کامیابی اور فتح کی مسکراہٹ، وہ مہیب آواز اس بار بلند نہ ہو سکی تھی۔ شاید گدھ نما چٹان کو عرفان نے ہمیشہ کے لئے اس کا گلا گھونٹ دیا تھا۔

اسی لمحے اسے اپنے سامنے اور دائیں طرف سے کچھ لوگ بھاگتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ اپنے ہاتھوں میں پستول اور اسٹین گنیں لئے ہوئے تھے۔ اور بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

عرفان پھر ایک پتھر کی اوٹ میں جھک گیا۔ اپنا پستول نکال کر نشانہ لیا اور لگاتار کئی گولیاں چلا دیں۔ سامنے کی طرف سے آتے ہوئے تین آدمی ڈھیر ہو گئے۔ وہ اپنے دائیں طرف سے آنے والوں کی طرف متوجہ ہونا چاہتا تھا کہ اپنے قریب ہی اسے ایک کربناک چیخ سنائی دی اور پھر یکے بعد دیگرے ایسی کئی اور چیخیں بلند ہونے لگیں۔

عرفان نے غور سے اس طرف دیکھا۔ ایک خوب لمبا اور کسے ہوئے بدن کا سایہ سا ایک چٹان کے اوپر اسے دکھائی دیا۔ وہ اپنے ہاتھ میں سٹین گن لئے عرفان کی طرف بڑھنے والوں پر گولیاں برسا کر انہیں ختم کر رہا تھا۔

جب چاروں طرف سکوت چھا گیا۔ تو چٹان کے اوپر کھڑا وہ سایہ جو کسی دیو مالائی مجسمے کی طرح دکھائی دے رہا تھا حرکت میں آیا اور چھوٹی چھوٹی چٹانوں اور پتھروں کے اوپر ہی اوپر پھلانگتا ہوا وہ ایک طرف بڑھنے لگا۔

عرفان نے سوچا شاید وہ ایکسٹو ہو۔ مگر اس کے انداز اور ایکسٹو جیسے نہ تھے۔ وہ کوئی اور تھا۔ تاہم عرفان اوٹ سے نکل کر باہر آیا اور وہ بھی پتھروں کے اوپر پھلانگتا ہوا بڑی تیزی سے اس سائے کا تعاقب کرنے لگا۔

چٹانوں سے گھری ہوئی ایک جگہ جا کر وہ سایہ رک گیا۔ عرفان بھی اس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور مدھم سی آواز میں پوچھا۔

تم کون ہو ؟

وہ ایسی آواز میں بولا گویا کسی اور ہی دنیا کا باسی ہو

ڈرو نہیں ۔ ہمارے قریب آؤ۔

عرفان اس کے بالکل قریب جا کھڑا ہوا۔ میں ڈرنے والا نہیں۔ اس بار وہ مختلف آواز میں بولا۔

وہ تو میں جانتا ہی ہوں۔

عرفان مسکرانے لگا۔

تو آپ میں میک اپ میں

ہاں میں عمران ہوں! وہ واقعی عمران تھا۔

عرفان نے پھر پوچھا

کس وقت آئے آپ ؟

بس تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے۔ پھر عمران نے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا۔

اب تم وقت ضائع نہ کرو۔ وہ سامنے کپڑوں کا ایک جوڑا پڑا ہے پہن لو اور ذرا دائیں طرف ایک لاش پڑی ہے۔ اپنے کپڑے اتار کر اس لاش کو پہنا دو۔

عرفان نے جلدی جلدی اپنے کپڑے اتار کر وہ لباس پہن لیا اور جب وہ اپنے کپڑے اٹھائے اس لاش کے پاس آیا تو وہ دنگ رہ گیا۔ لاش کے چہرے پر اس کا میک تھا۔ اور وہ ہو بہو دوسرا اسائمن" دکھائی دے رہا تھا جس میک اپ میں اس وقت عرفان تھا۔ عرفان جب لاش کو اپنا لباس پہنا چکا تو عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک دوسری چٹان کی اوٹ میں لایا۔ وہاں بھی ایک لاش پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے پھر عرفان سے کہا۔

وقت ضائع کئے بغیر اس لاش کا میک اپ کر لو اور اسے برف کے اندر دبا دو۔ عرفان وہیں بیٹھ گیا۔ اپنے بیگ کے اندر سے سامان نکال کر اپنے سامنے پھیلا دیا اور بڑی مہارت سے وہ اس لاش کے مطابق اپنا میک اپ کرنے لگا۔

عمران پھر عرفان سے مخاطب ہوا

تمہارا نام ڈیمن اور میرا نام ملٹن ہوگا۔

اپنے میک اپ کو آخری ٹچ دیتے ہوئے عرفان نے کہا

او۔کے

تم حالات سمجھ رہے ہو نا

بالکل سمجھ چکا ہوں۔ آپ کوئی فکر نہ کریں۔

تو پھر کھڑے ہو جاؤ اور لاش کو اپنے کندھے پر رکھ لو۔

عرفان نے اپنا سامان جلدی جلدی بیگ میں ڈالا اور لاش کو اپنے کندھے پر ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ عمران اپنے منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر کسی غیر تہذیب یافتہ قوم کے فرد کی طرح چلانے لگا۔

ہم نے اسے ختم کر دیا ہے

اس کی لاش ہمارے پاس ہے

ہاہاہا! ہم نے اسے ختم کر دیا ہے۔ ہم نے اپنے دشمن کو مار ڈالا ہے۔

عمران آگے بڑھتا رہا۔ چٹانوں کی بھول بھلیوں میں وہ یوں بے باکی اور تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا جیسے وہ یہیں کا باشندہ ہو اور عرصہ سے یہیں رہ رہا ہو۔ عرفان اس کے پیچھے تھا اور عمران کے قدموں پر قدم رکھتے ہوئے چل رہا تھا۔ وہ خاموش تھا اس لئے کردہ

تا نقاب عمران کا کردار شروع ہو چکا ہے۔

دونوں کوئی دو سو گز کا فاصلہ طے کر پائے تھے کہ انہیں اس بارہ آدمیوں نے گھیر لیا۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور عمران سے پوچھا

کیا تم دونوں نے اسے پکڑا ہے۔

عمران دو قدم اور آگے بڑھ کر بولا۔

ہم نے اسے زندہ پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ حد سے زیادہ ہلاک ثابت ہوا۔ لہٰذا مجبوراً ہمیں اسے گولی کا نشانہ بنانا پڑا۔

عمران کو مخاطب کرنے والے نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا سگریٹ نما لائٹر ٹرانسمیٹر نکالا۔ اسے آن کر کے کسی کو عرفان کی موت کی اطلاع دی پھر وہی ٹرانسمیٹر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

یس سر

دوسری طرف سے چیف کی بھاری اور بارعب آواز سنائی دی۔

کس کس نے سائمن کو قتل کیا ہے۔

میں اور ڈیمن نے سر!

تمہارا نام کیا ہے

میرا نام ملٹن ہے سر!

تم دونوں اکٹھے ڈیوٹی دیتے ہو کیا؟

ہاں جناب!

تمہاری ڈیوٹی سمندر کے کنارے جنوب مشرقی پٹی پر ہوتی ہے نا

یس باس!

میں تم دونوں کی کارکردگی سے خوش ہوں۔ آج سے میں تم دونوں کی تنخواہ میں ڈیڑھ گنا اضافہ کرتا ہوں۔

تھینک یو سر!

لاش کہاں ہے

ہمارے پاس ہے سر!

اسے سمندر میں پھینک دو

بہتر سر!

عمران نے ٹرانسمیٹر واپس لوٹا دیا اور عرفان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

آؤ ڈیمن چلیں۔ چیف نے کہا ہے۔ لاش سمندر میں پھینک کر اپنی ڈیوٹی پر کھڑے ہو جاؤ۔ باس نے ہماری تنخواہ میں ڈیڑھ گنا اضافہ کر دیا ہے۔

عمران اور عرفان جنوب مشرقی رخ پر سمندر کے کنارے کی طرف بڑھ گئے اور دوسرے لوگ جدھر سے آئے تھے ادھر ہی واپس لوٹ گئے۔ سمندر کے کنارے آکر عمران اور عرفان دونوں سیاہ رنگ کی ایک چٹان پر کھڑے ہو گئے۔ عرفان نے اپنے کندھے پر رکھی ہوئی لاش سمندر میں پھینک دی اور عمران کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں پوچھا

اب ؟

عمران چٹان سے اتر کر ایک طرف چلنے لگا۔

آؤ چلیں!

دونوں اس سیاہ اور بلند چٹان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ ایک جگہ جہاں وہ سیاہ چٹان دیوار کی طرح سیدھی اور بلند ہو گئی تھی۔ عمران رک گیا۔ چٹان کے اندر ہی لگے ہوئے لوہے کے ایک مضبوط اور موٹے کڑے کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اس کے ساتھ ہی تھوڑی سی کھڑکھڑاہٹ سی ہوئی اور پھر چٹان کا کچھ حصہ سرک گیا اور اس میں ایک چھوٹا سا دروازہ نمودار ہو گیا۔

دروازے کے اندر داخل ہوتے ہوئے عمران نے عرفان سے کہا

آجاؤ اندر

دونوں آگے پیچھے اندر داخل ہوئے۔ وہ ایک خاصہ بڑا کمرہ تھا جس کے اندر بجلی کے بلب روشن تھے۔ کمرے کے اندر دو مختلف کونوں دو چارپائیوں پر بڑے صاف ستھرے اور قیمتی بستر بچھے ہوئے تھے۔ ایک صوفہ سیٹ، چار کرسیاں، دو میز اور ایک تپائی بھی بڑے سلیقے کے ساتھ رکھے گئے تھے۔ ایک طرف غسل خانوں کا بھی انتظام تھا۔

دونوں جب کمرے کے وسط میں آئے تھے تو پیچھے چٹان کے اندر نمودار ہونے والا دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔ دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ عرفان نے عمران سے پوچھا

یہ کیا چکر ہے۔

عمران نے سرگوشی کے انداز کہا۔

ان چٹانوں کے اندر ایسے بہت سے کمرے یہاں کے پہرہ دینے والوں کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ یہاں پر پہلے دو آدمی رہتے تھے اور باری باری

چار چار گھنٹے پہرہ دیتے ہیں۔ ملٹن اور ڈیمن - میں نے یہاں آتے ہی دو
کو ختم کر کے ایک جس کا نام ڈیمن تھا۔ اس پر تمہارا میک اپ کر دیا اور ملٹن
میک اپ میں نے خود کر لیا تھا

یہاں کب آئے آپ ؟

آج رات کو ہی

بڑا تیز اور زبردست ایکشن لیا آپ نے

اب ہمارا اگلا قدم کیا ہوگا

دن کے وقت دونوں یہاں آرام کیا کریں گے اور رات کو چار چار گھنٹے
ڈیوٹی دیں گے اور اپنا مشن بھی جاری رکھیں گے -

صفدر کا کیا بنے گا

پہلے چیف اور اس کے ٹھکانے کا پتہ لگاتے ہیں۔ اسی دوران صفدر
اور اپنے ملک کے ایٹمی توانائی کا سائنسدان دونوں خود بخود ہی مل جائیں
ٹھہرو میں اسے سگنل دیتا ہوں شاید کوئی جواب دے -

عمران نے واچ ٹرانسمٹر پر فریکونسی ملائی اور شاک دیا - کوئی آ
دس بار اس نے شاک دیا اس کے بعد جوابی شاک آنا شروع ہوئے عم
نے مطمئن ہو کر کہا -

وہ یہیں ہے شاید اس پر پہرہ سخت ہے جس کی وجہ سے وہ بات
نہیں کر سکتا - بہر حال اس نے جوابی سگنل ضرور دیئے ہیں جو ثابت کرتے
کہ وہ یہیں ہے۔ یہاں رہتے ہوئے ایک احتیاط کرنا

وہ کیا

عمران نے اپنے سامنے دیوار کی طرف اشارہ کیا

وہ سامنے دیوار پر جو سیاہ گول دائرہ ہے اور جس کے اندر سوراخ
ہیں وہ انٹرکام ہے اس کے نزدیک ہو کر کبھی میرے ساتھ اونچی آواز میں
بات نہ کرنا۔ چیف اسی انٹرکام پر آرڈر دے گا اور جب تم اس انٹرکام کے
نزدیک ہو کر بولو گے تو چیف کے احکامات کے علاوہ تمہاری آواز بھی
چیف تک یہ پہنچتی رہے گی

ڈگلس آرتھر کا کیا بنایا آپ نے

انہوں نے اسے پرانی عمارت سے نکال کر ایک بحری جہاز کے اندر
رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے وہاں سے اغوا کر لیا اور اس سے بہت کچھ
حاصل کرنے کے بعد اسے قتل کر دیا -

تو پھر یہ بڑی سرگرمی سے اسے تلاش کر رہے ہوں گے -

ضرور تلاش کر رہے ہوں گے - لیکن یہ ڈگلس کے اغوا اور اس کی
موت کو ضرور راز میں رکھیں گے تاکہ اس کے حامیوں کو خبر نہ ہو اور وہ
بغاوت پر نہ اتر آئیں

ہاں یہ تو ٹھیک ہے

عمران کھڑا ہو گیا -

تم تھکے ہوئے ہو۔ اٹھ کر آرام کرو۔ میں باہر جا کر پہرہ دیتا ہوں -

عمران اسٹین سنبھالتا ہوا باہر نکل گیا اور عرفان اٹھ کر بستر پر
دراز ہو گیا -



واٹمٹے راک ہوٹل کے ڈائننگ روم میں کھانا کھانے کے بعد ایڈنا جب اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازے کو بلٹ کرنے لگی تو کسی نے دروازے کو اس زور سے دھکا دیا کہ ایڈنا اپنا توازن کھو گئی اور لڑکھڑاتی ہوئی فرش پر گر گئی۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک سفید فام تیزی سے کمرے میں داخل ہوا اور ایڈنا کی طرف بڑھا۔

ایڈنا کا ذہن تیزی سے کام کر گیا تھا۔ وہ حالات کی نزاکت کو سمجھ گئی تھی۔ اس کے جسم میں ایک ان جانی قوت عود کر آئی تھی۔ اور وہ برق کی سی پھرتی سے کھڑی ہو کر اپنے دفاع کے لئے تیار ہو گئی تھی کمرے میں داخل ہونے والے نے اسے ایک عام سی لڑکی سمجھتے ہوئے جب آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں میں دبوچنا چاہا تو ایڈنا برقی پنکھے کی طرح گھومی اور جوڈو کا ایک بہترین ہاتھ اس کی گردن پر دے مارا وہ کئی بل کھاتا ہوا فرش پر گر گیا۔

دوبارہ وہ اٹھا اور اس بار ذرا احتیاط کے ساتھ جوڈو لڑنے کا پوز بناتا ہوا وہ ایڈنا کی طرف بڑھا۔ ایڈنا کے شانے پر اس نے جوڈو کا ایک بھرپور وار کرنا چاہا لیکن یہ اس کی نادانی اور حماقت تھی۔ ایڈنا پر قابو پا لینا اتنا آسان نہ تھا۔ وہ خوبصورت اور نازک اندام ضرور تھی لیکن لیکن اس کے ساتھ وہ لڑنے کے ہر فن میں طاق تھی اور بآسانی اس پر قابو نہ پایا جا سکتا تھا۔

ایڈنا تیر کی طرح ایک طرف لپکی تھی اور اس کا وار خالی دے کر اس نے بائیں ہاتھ کا ایک مضبوط گھونسہ اس کی پسلیوں میں دے مارا۔ ایک بار وہ کراہا پھر وہ دہرا ہوتا ہوا فرش پر گر گیا۔

اتنے میں کمرے سے باہر کسی کی سرگوشی آمیز آواز سنائی دی۔
جلدی باہر آجاؤ بولڈر!
کمرے کے اندر جو ایڈنا کے ہاتھوں پٹ رہا تھا مدھم سی آواز میں بولا
یہ قابو نہیں آتی
آواز پھر سنائی دی
کیا بکواس کرتے ہو۔ تم ابھی تک نازک سی لڑکی کو قابو نہیں کر سکے ہو
بے بسی کے انداز میں اس نے پھر جواب دیا
یہ کوئی نازک لڑکی نہیں۔ بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو آسانی سے قابو آنے والی نہیں

ایڈنا بڑی تیزی سے دروازے کے ایک پٹ کے پیچھے ہو کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اسی لمحہ ایک اور آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ ایڈنا نے پوری قوت کے ساتھ دروازے کا وہ پٹ بند کیا۔ کمرے میں داخل ہونے والے کی پیشانی پر دروازے کا پٹ زور سے لگا۔ اور وہ جھنجھلا کر رہ گیا۔ اور لڑکھڑاتا ہوا ایک طرف کو جھک گیا۔

اسی لمحہ بولڈر جو پہلے سے ہی فرش پر گرا پڑا تھا سنبھل کر پھر حرکت میں آیا اور ایڈنا کے اوپر چھلانگ لگا دی۔ ایڈنا شاید اس سے بھی نمٹ لیتی مگر باہر سے ان کا تیسرا ایک ساتھی بھی کمرے میں داخل ہوا اور لگاتار تین مکے اس نے ایڈنا کے پیٹ اور گردن پر دے مارے۔

ایڈنا کراہ اٹھی تھی۔ ان تینوں نے مل کر اسے دبوچ لیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ پر ٹیپ لگا دی۔ تینوں اسے اٹھا کر

عمارت کے پچھواڑے کی طرف لے گئے اور ایک رسّے سے باندھ کر
ایڈنا کو انہوں نے نیچے لٹکا دیا۔ ایک آدمی وہاں پہلے سے کھڑا تھا جو
شاید انتظار کر رہا تھا۔ ایڈنا کو رسّے سے آزاد کر کے وہ اسے اٹھا کر
ایک طرف لے گیا اور اندھیرے میں کھڑی ہوئی ایک گاڑی میں لا کر ڈال
دیا۔ وہ تینوں بھی رسّے کے ذریعے نیچے اتر گئے اور گاڑی سب کو لئے
بڑی تیزی سے ایک سمت روانہ ہو گئی۔

کوئی آدھ گھنٹہ بعد جوزف ہوٹل میں داخل ہوا تھا۔ اس نے
اپنے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ لیکن اندر سے کوئی آواز نہ
آئی۔ کئی بار اس نے دستک دی لیکن اندر سکوت طاری تھا۔ اس
نے دروازے کو پیچھے کی طرف دبایا تو دروازہ کھل گیا۔ کمرے میں آ کر
ایڈنا کے کمرے کی طرف منہ کر کے جوزف نے اسے پکارا

ایڈنا

لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ ایڈنا کہیں سے نہ بولی۔ بھاگتا ہوا وہ
ایڈنا کے کمرے میں داخل ہوا۔ بستر خالی پڑا تھا اور ایڈنا غائب تھی۔
وہ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ وہ سخت غصے اور جھنجھلاہٹ میں دکھائی
دے رہا تھا۔ مایوس ہو کر اور غصے میں بل کھاتا ہوا وہ پھر کمرے میں آیا
اسی وقت اسے اپنے بازو پر شاک ہوا۔ اس نے جب کنکشن لیا تو عرفان
کی غصیلی آواز سنائی دی۔

گینڈے!

جوزف نے بڑے غصے میں کہا

ہاں!

ایڈنا کدھر ہے؟

جوزف نے جھاگ چھوڑتے ہوئے جواب دیا

میں اسی کے لئے تو پریشان ہوں۔ شاید اسے کوئی اٹھا لے گیا ہے۔

تو پھر سنو! اس نے ابھی ابھی مجھ سے رابطہ قائم کیا ہے اور مدد
کرنے کے لئے کہا ہے۔ وہ لوگ اسے اٹھا کر سنی سائنڈ کلب میں
لے گئے ہیں۔ میں خود اس کی مدد کو آتا۔ مگر میں یہاں بری طرح مصروف
ہوں۔ لہٰذا تم فوراً اس کی مدد کو پہنچو۔ دیکھو گینڈے! ایڈنا کو اگر کچھ ہو
گیا تو تمہاری خیر نہیں۔

جوزف نے اس بار ایک عزم سے جواب دیا تھا

میں ان کی ہڈیاں روئی کی طرح توم کر رکھ دوں گا۔ میں انہیں بتاؤں گا
کہ ایڈنا کو اغوا کرنے کتنی بڑی قیمت انہیں ادا کرنا پڑے گی۔

اب تم روانہ ہو جاؤ۔ وقت ضائع نہ کرو۔

جوزف نے جلدی جلدی پھر پوچھا

باس کہاں ہے۔ کئی روز سے مجھے اس کی کوئی خبر نہیں میں سخت
پریشان ہوں

فکر نہ کرو وہ میرے ساتھ ہی ہیں اور اس وقت گہری نیند سو
رہے ہیں

تمہاری طرف یہ سمندری لہروں کی آواز کیسی ہے۔

تمہارا اندازہ درست ہے میں اس وقت سمندر کے کنارے
کھڑا ہوں۔

جب رابطہ ختم ہوا تو جوزف نے جلدی جلدی کمرے کو

باہر سے لاک کیا بڑی تیزی سے وہ لفٹ سے نیچے آیا اور سڑک کے کنارے آکھڑا ہوا۔ جلد ہی اسے ایک ٹیکسی مل گئی اور وہ سنی سائڈ کلب روانہ ہو گیا۔

ایک ایسی جگہ جوزف ٹیکسی سے اتر گیا جو کلب سے نزدیک ہونے کے علاوہ قدرے تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اپنے جیسٹر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ کلب کے پاس آکر پہلے اس نے پوری عمارت کا ایک چکر لگایا۔ پھر ایسی جگہ آکر کھڑا ہو گیا جہاں فلس سسٹم کے پائپ عمارت کے اوپری حصے کی طرف جاتے تھے۔

جوزف نے پہلے ادرگرد کا جائزہ لیا۔ ہر طرف سکوت تھا۔ عمارت کے اندر دور کہیں سازوں کی مدھم مدھم آوازیں ابھر رہی تھیں شاید کلب کے اندر ابھی تک پروگرام چل رہا تھا اس کے علاوہ پارکنگ میں ابھی تک خاصی تعداد میں گاڑیاں کھڑی تھیں جو اس بات کی علامت تھیں کہ کلب کا پروگرام ابھی جاری ہے۔

اپنے اردگرد سے مطمئن ہو کر جوزف لوہے کے ان پائپوں کے ذریعے اوپر چڑھنے لگا۔ دوسری منزل کی سیدھ میں آکر وہ ایک کھڑکی کے ذریعے اندر داخل ہو گیا اور پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوا وہ ایک گیلری میں جو نیم روشن تھی ایک طرف بڑھنے لگا۔

ایک کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے کھڑکی کے شیشے میں سے اندر جھانکا وہ شاید کلب کا ڈریسنگ روم تھا اور اندر ایک لڑکی آئینے کے سامنے بیٹھی میک اپ کر رہی تھی۔ جوزف کمرے

کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہونا ہی چاہتا تھا کہ سامنے کی طرف سے کسی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ جوزف بڑی تیزی سے پیچھے ہٹ گیا اور ایک ستون کی اوٹ لے لی۔ جونہی آنے والا اس کے پاس سے گزرنے لگا۔ جوزف نے ستون کے پیچھے سے اپنا فولادی ہاتھ باہر نکالا اور اس کا منہ بند کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس نے اسے بری طرح دبوچ لیا تھا۔

اسے اٹھا کر جوزف ایک زیادہ تاریک کونے میں لے گیا اور جیسٹر کی جیب سے سائلنسر چڑھا ہوا پستول نکال کر اس کی کنپٹی پر رکھا اور منہ پر رکھے ہوئے اپنے ہاتھ کو ذرا ایک طرف سرکاتے ہوئے جوزف نے وحشیوں اور آدم خوروں کے انداز میں پوچھا۔

تمہارے کلب والے آج جس لڑکی کو اغوا کر کے لائے ہیں وہ کہاں ہے

اس نے بڑی بے بسی سے جواب دیا

مجھے علم نہیں

جوزف نے اسے گھور کر پوچھا

تمہیں جان کی ضرورت ہے نہیں

میں نہیں جانتا کون سی لڑکی اغوا کی گئی ہے اور کہاں ہے

اس سے مایوس ہو کر جوزف نے اپنے تھیلے سے چمڑے کے تسمے نکال کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور پھر اس کے منہ پر ٹیپ لگانے کے بعد اس نے ایک تاریک جگہ بٹھا دیا اور دوبارہ کمرے کے دروازے پر آ کھڑا ہوا جس کے اندر ایک لڑکی میک اپ کر

رہی تھی۔

جوزف شیشے میں اسے کچھ دیر دیکھتا رہا۔ جب وہ میک اپ کر کے اٹھی اور باہر نکلنا چاہا تو جوزف اسے پہچان گیا۔ وہ بریٹا تھی۔ جونہی وہ کمرے کا دروازہ کھول کر گیلری میں آئی جوزف نے اسے دبوچ لیا اور اس کے منہ پر ہاتھ رکھتا ہوا اسے بھی وہ تاریک کونے میں لے گیا اور پستول کی نالی اس کی کنپٹی پر جماتے ہوئے پوچھا

کلب میں جو لڑکی آج اغوا ہو کر آئی ہے وہ کہاں ہے

وہ ہکلانے لگی

جوزف نے کھردرے لہجے میں کہا

سچ بتا دو ورنہ گولی تمہاری کنپٹی میں کیل کی طرح اتار دوں گا۔ بولو کہاں ہے وہ

اس نے ہکلاتے ہوئے اور خوفزدہ لہجے میں پوچھا

جس کا نام ایڈنا ہے ؟

ہاں بالکل وہی

کنٹرولر کے آفس میں اس وقت اس سے پوچھ گچھ ہو رہی ہے

کنٹرولر کا کمرہ کہاں ہے

نیچے فلور کے کمرہ نمبر ۲۰ میں

جوزف نے جلدی جلدی بریٹا کے ہاتھ پاؤں بھی باندھ کر اس کے منہ پر ٹیپ لگا دی اور پھر دونوں کو اٹھا کر اس نے ڈریسنگ روم میں ڈال دیا اور کمرے کی لائٹ آف کر کے باہر سے اس نے دروازے کو بلٹ کر دیا۔

باہر گیلری میں آ کر اس نے تین دھماکے کرنے والے مائیکرو بم نکالے اور پندرہ سولہ اور سترہ منٹ کا ٹائم دے کر انہیں برآمدے میں رکھ دیا۔ اور ان ہی پائپوں کے ذریعے نیچے اتر گیا۔ اور کلب کے گیٹ کے ذریعے وہ کلب میں داخل ہوا۔ جس ہال کے اندر رقص ہو رہا تھا اس کے دروازے پر آ کر جوزف نے گیٹ کیپر کو ۱۰ ڈالر تھما دیئے اور چپکے سے ہال میں داخل ہو گیا۔

ہال تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور سامنے سٹیج پر ہلکی ہلکی نیلی روشنی میں نیم سے بھی نیم عریاں تر رقص جاری تھا۔ جوزف ہال کے اندر گھومنے لگا۔ اور جو بم وہ اوپر رکھ آیا تھا۔ ان سے صرف دس دس سکینڈ کا وقفہ دے کر اس نے تین ویسے ہی بم ہال کے اندر بھی مختلف جگہوں پر رکھ دیئے۔

پھر وہ ہال کے اس دروازے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا جو کلب کے کنٹرولر آفس کی طرف کھلتا تھا۔ اسے تھوڑی ہی وہاں کھڑا ہونا پڑا تھا کہ اوپر کی منزل میں ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ پورے ہال میں کھلبلی مچ گئی تھی پھر اس کے بعد دو اور دھماکوں نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ لوگ اپنی اپنی سیٹیں چھوڑ کر باہر کی طرف بھاگنے لگے تھے۔ اور انتظامیہ کے کارکن اوپر کی منزل کی طرف بھاگنے لگے تھے۔

دفعتاً ہال کے اندر بھی لگاتار تین دھماکے ہوئے۔ ہال کے اندر بیٹھے سب مرد عورتیں بری طرح چیخنے اور واویلا کرنے لگے تھے۔ پورے کلب کے اندر خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ اسی لمحہ جب کہ ہر کوئی ادھر ادھر بھاگ کر کلب سے باہر نکلنے کی فکر میں تھا۔ جوزف طوفان کی طرح کنٹرولر کے آفس میں داخل ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ سائیلنسر چڑھا ہوا پستول تھا اور چہرے

پرو حشیوں کی سی خونخواری تھی۔

آفس میں کنٹرولر کے علاوہ دو اور آدمی تھے۔ تینوں کھڑے تھے اور دھماکے ہونے کی وجہ سے شاید اٹھ کر باہر آنا چاہتے تھے کہ جوزف نے انہیں جا لیا۔ ان تینوں کے پاؤں کے قریب ہی ایڈنا فرش پر پڑی تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ اور وہ بڑی اذیت میں تھی۔

قبل اس کے کہ وہ تینوں کوئی قدم اٹھاتے جوزف نے انہیں اپنے پستول سے ڈھیر کر کے رکھ دیا۔ جلدی جلدی اس نے ایڈنا کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے اور دونوں آفس سے نکل کر ان مردوں اور عورتوں میں شامل ہو گئے جو ہال سے نکل کر باہر بھاگ رہے تھے۔

کلب سے نکل کر دونوں سڑک کے فٹ پاتھ پر تیزی سے بھاگ رہے تھے کہ ایڈنا کو اپنے بازو پر شاک ہوا۔ اس نے جوزف سے کہا۔

رک جاؤ جوزف! مجھے میسج کا شاک ہو رہا ہے۔

جوزف نے ایک درخت کے سائے کی طرف اشارہ کیا

وہاں تاریکی میں ہو کر بات کرو۔

دونوں اس درخت کے نیچے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ایڈنا نے جب رابطہ قائم کیا تو اس کی جانی پہچانی اور مانوس آواز سنائی دی۔

عرفان!

ایڈنا نے خوشی سے ملے جلے جذبات میں کہا

میں ایڈنا ہوں عرفان!

عرفان کی آواز میں خوشی نمایاں تھی۔

کہاں سے بول رہی ہو؟

سنی سائڈ ہوٹل سے ایک فرلانگ مغرب کی سمت

جان چھوٹ گئی ہے نا

تم نے تو مدد نہیں کی نا!

تو جوزف کو بھی میں نے ہی بھیجا تھا۔ میں اگر یہاں رہنے پر پابند نہ ہوتا تو ضرور آتا۔

اچھا تمہاری مہربانی

اب تم دونوں واپس ہوٹل نہ جانا؟

کیوں؟

وہاں اب تم دونوں کے لئے خطرہ ہے۔ یہاں جو ایکسٹو کا ایجنٹ ہے اس سے میں نے بات کی ہے۔ وہ تم دونوں کو اپنے ساتھ لے جائے گا

ہمیں کہاں ملے گا وہ؟

پہلے اپنی لوکیشن بتاؤ

کلب سے تقریباً ایک فرلانگ مغرب کی سمت سڑک سے نیچے ایک درخت کے تلے

آس پاس کوئی نمایاں جگہ؟

مغرب کی سمت تھوڑی ہی دور ایک ٹیلیفون بوتھ

بس تم دونوں جہاں کھڑے ہو وہیں کھڑے رہو میں اسے تمہاری لوکیشن بتا دیتا ہوں وہ دونوں کو وہیں سے پک اپ کرے گا۔

تم کب آ رہے ہو؟

ابھی کوئی پتہ نہیں۔ بہرحال مشن مکمل ہونے پر آؤں گا۔

عمران کہاں ہے

ہم باری باری یہاں ڈیوٹی دیتے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر قبل ہی ڈیوٹی سے فارغ ہوئے ہیں اور سو رہے ہیں۔ اس لئے میں نے انہیں جگانا پسند نہ کیا اور خود ہی اس کیس کو نمٹا لیا ہے

اچھا اب ——

ایڈنا نے اس کی بات کاٹ دی

ایک منٹ عرفان! وہ ہوٹل میں اپنے سامان کا کیا بنے گا

جو تمہیں ساتھ لے جائے گا وہ خود ہی سارا سامان وہاں سے منگوا لیگا

اور ہاں انہوں نے تم سے کوئی انفارمیشن تو حاصل نہیں کی

کچھ نہیں

کیا پوچھتے تھے

ایکسٹو کے ٹھکانے کا پتہ پوچھتے تھے۔ اس کے علاوہ ڈگلس آرتھر نام کے کسی شخص کے متعلق بھی پوچھتے تھے۔

پھر تم نے کیا بتایا

مجھے علم ہی نہیں بتاتی کیا

سختی کی ہوگی

ہاں؟

کیسے؟

بجلی کا کرنٹ دیا تھا

عرفان نے ہمدردی کے طور پر کہا

چہ چہ چہ چہ — اچھا بائی بائی

جوزف اور ایڈنا نے تھوڑی دیر ہی وہاں انتظار کیا تھا کہ ایک کار ان کے سامنے سڑک پر آ کر رکی اور کسی نے ہلکے سے پکارا۔

ایڈنا! جوزف!

وہ دونوں بھاگتے ہوئے کار کے پاس آئے۔ ایڈنا نے اطمینان کی خاطر پوچھا

آپ سے ہمارے بارے میں کس نے کنٹیکٹ کیا ہے

ڈرائیور کے ساتھ سیکنڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے جواب دیا

عرفان صاحب نے!

دونوں دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور کار تیزی سے آگے نکل گئی۔



سب پہرداروں کو کھانا پہنچانے والا آدھ گھنٹہ قبل عمران اور عرفان کو شام کا کھانا دے کر جا چکا تھا اور وہ دونوں ابھی کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دیوار کے انٹرکوم پر ایک آواز ابھری

اٹینشن پلیز۔ اٹینشن

عمران چونک کر اٹھا اور انٹرکوم کے قریب کھڑے ہوتے ہوئے بولا ۔

انٹیلیو سر!

چیف بات کرنا چاہتے ہیں

رائٹ سر!

تھوڑی ہی دیر بعد چیف کی بھاری اور خونخوار سی آواز ابھری

ملٹن!

یس سر!

ڈیمن کہاں ہے

میرے پاس ہی کھڑا ہے سر!

سنو! آج رات بارہ بجے نیلے رنگ کا ایک بحری جہاز سامان لینے کے لئے ہماری سمندری حدود میں داخل ہوگا۔ آج رات تم دونوں چوکس رہنا اور اپنے ارد گرد کڑی نگاہ رکھنا

رائٹ سر!

تم دونوں کے پاس پیراکی کے لباس ہیں ؟

ہیں سر!

بہتر ہے تم دونوں کے ارد گرد گھوم کر اس کی حفاظت کرو

ٹھیک ہے سر!

واٹر پروف تھیلوں میں اپنے ساتھ مائیکرو ٹرانسمیٹر رکھو۔ اور کسی صورت میں فوراً مجھ سے رابطہ قائم کرو

بہتر سر!

او۔ کے اب تم دونوں تھوڑی دیر آرام کرلو

چیف نے جب رابطہ ختم کیا تو عمران پیچھے ہٹا اور عرفان کو کمرے سے باہر آنے کا اشارہ کرتا ہوا خود بھی وہ باہر نکل گیا۔ دونوں کمرے سے باہر آ کر ایک چٹان کی ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ پھر عمران نے بڑی دھیمی سرگوشی میں عرفان سے کہا

قدرت پوری طرح ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ جس چکر کا مجھے انتظار تھا وہ آج ہی چل رہا ہے۔ اب شاید دو ایک روز تک ہم اس کیس کو نمٹا لیں

عرفان نے سوچتے ہوئے کہا

بحری جہاز رات بارہ بجے ان کے پاس سے کیا لے کر آئے گا

ایسی چیزیں جو پوری دنیا کو تباہی کی غاروں میں دھکیل سکتی ہیں۔ یہ لوگ ان پہاڑی تہ خانوں میں بیٹھ کر تیسری عالمگیر جنگ کی بنیاد باندھ رہے ہیں

عرفان نے گہری نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

میں سب سمجھ چکا ہوں اور سمجھ رہا ہوں۔ پر اس جہاز کے انتظار میں رات بارہ بجے تک وقت کیسے گزرے گا ۔

آؤ نیچے اتر کر سمندر کے کنارے واکنگ کرتے ہیں۔ اس طرح وقت اچھا گزر جائے گا ۔

چلیئے!

دونوں اس جگہ آ کھڑے ہوئے جہاں سمندر کے کنارے کی چٹانیں دیوار کی طرح سیدھی اور سطح سمندر سے سینکڑوں فٹ بلند تھیں۔ اپنے پاؤں کے قریب ہی عمران نے ایک ایسے ڈھکنا نما پتھر کو

اٹھایا جس کے اندر لوہے کی ہک لگی ہوئی تھی۔ نیچے ایک گہرا اور تاریک کنواں تھا جس کے کناروں سے صرف چند فٹ نیچے چھوٹی سی ایک لفٹ تھی جس میں صرف مشکل سے تین آدمی کھڑے ہو سکتے تھے۔

دونوں لفٹ کے اندر کھڑے ہو گئے۔ عمران نے لفٹ کا بٹن دبایا اور وہ تیزی کے ساتھ نیچے کی طرف رینگتی چلی گئی۔ اور ساتھ ہی اس کے اندر ایک ننھا سا بلب بھی روشن ہو گیا تھا۔

کافی نیچے جا کر لفٹ ہی آپ رک گئی تھی۔ اور جس طرف لفٹ کا دروازہ تھا اس طرف عمران اپنے دونوں ہاتھوں سے دیوار کو ٹٹولنے لگا۔ لوہے کی ایک موٹی سی سلاخ اس کے ہاتھوں سے ٹکرائی تھی جسے عمران نے اپنے دائیں ہاتھ کا بوجھ ڈال کر نیچے کی طرف دبایا اور سنگلاخ چٹان کے اندر ایک گول سا سوراخ نمودار ہو گیا۔ جس میں سے بیک وقت صرف ایک ہی آدمی گزر سکتا تھا۔

دونوں باری باری اس سوراخ میں سے نکل کر باہر آئے۔ باہر بھی لوہے کی ویسی ہی ایک سلاخ تھی۔ جس کی مدد سے عمران نے سوراخ کا منہ بند کر دیا۔ اب رات کی تاریکی میں ان کے سامنے سمندری لہریں شور کر رہی تھیں اور وہ دونوں پہلو بہ پہلو سمندر کے کنارے کنارے چہل قدمی کرنے لگے۔ کوئی ایک گھنٹہ تک وہ سمندر کے کنارے گھومتے رہے پھر جس طرح وہ نیچے آئے تھے ویسے ہی اوپر اپنے کمرے کے اندر چلے گئے۔

ٹھیک رات بارہ بجے وہی نیلے رنگ کا بحری جہاز جس میں سے عمران نے ڈگلس آدتھر کو اغوا کیا تھا۔ عمران اور عرفان کے سامنے

والی سمندری حدود میں داخل ہوا تھا اور کنارے سے تقریباً ایک فرلانگ دور کھڑا ہو گیا تھا۔ عمران اور عرفان جو پہلے ہی پیراکی کے لباس میں کنارے پر کھڑے تھے سمندر میں اتر گئے۔

دونوں کسی پہلے طے شدہ پروگرام کے مطابق جہاز کے قریب جا کھڑے ہوئے۔ جہاز کی بیرونی بتیاں گل تھیں۔ تاہم اس کے کئی کمروں میں روشنی ہو رہی تھی۔ دونوں ایک ساتھ جہاز کے اندر داخل ہو گئے اور دبے پاؤں آگے بڑھنے لگے۔ عمران ایک ایسے کمرے کے سامنے رک گیا جس کے اندر روشنی ہو رہی تھی اور عرفان آگے بڑھ گیا۔

عمران دروازے کے ساتھ کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ کمرے کے اندر ٹرانسمیٹر پر کوئی کسی کو اپنی ارائیول اور کلیرنس کی رپورٹ دے رہا تھا۔ عمران نے صرف ایک لمحہ سوچا۔ وہیں سے وہ واپس ہوا اور ان سیڑھیوں پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ جن کے ذریعے وہ دونوں سمندر سے جہاز میں داخل ہوئے تھے۔

اپنے منہ پر دونوں ہاتھ جما کر عمران نے اونچی آواز میں پکارا۔

مجھے چیف نے بھیجا ہے۔ کوئی باہر آ کر میری بات سنے۔ اس کے بعد وہ دبے پاؤں تقریباً بھاگتا ہوا پھر اسی دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ پاؤں کی آہٹ سے وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ کوئی باہر نکلنے کے لئے دروازہ کی طرف باہر آ رہا ہے۔

عمران ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اور جونہی ایک آدمی دروازہ کھول کر باہر نکلا عمران نے اس کی گردن پر ایک بھرپور ہاتھ مارا۔

کاعدہ وہ کراہتا ہوا فرش پر گر گیا۔ کمرے کے اندر پھر حرکت ہوئی تھی۔ پر عمران بھی چوکنا تھا۔ اس نے شیشے میں سے اندر جھانکا۔ اندر پانچ آدمی تھے۔ اور سب کے پاس سائلنسر چڑھے ہوئے پستول تھے۔

عمران نے بڑے اطمینان سے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوگیا۔ شاید وہ انہیں باہر نہ آنے دینا چاہتا تھا۔ اور کمرے کے اندر ہی ان سے نمٹنا چاہتا تھا۔ جونہی وہ کمرے میں داخل ہوا ان پانچوں نے پستول تان لئے اور ایک نے ڈرا تن کر پوچھا

"کون ہو تم؟

عمران نے بھیانک سی غیر مانوس آواز میں کہا

تم سب کی موت!

انہوں نے ایک ساتھ عمران پر فائرنگ کر دی۔ عمران خوب کھینچ کر چھوڑے ہوئے سپرنگ کی طرح فضا میں اچھلا تھا اور پھر وہ یوں ہوا میں قلابازیاں کھانے لگا جیسے وہ کسی سرکس گاہ میں ہو اور اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا ہو۔ تاہم عمران نے وہ سنگ آرٹ کا بہترین مظاہرہ کیا تھا۔ جب ان کے پستول خالی ہوگئے اور ان میں سے ایک جلدی جلدی اپنے پستول میں میگزین بھرنے لگا تو عمران نے ہوا میں قلابازیاں کھاتے ہوئے فرش پر صرف پلک جھپکنے کی دیر کے لئے پاؤں ٹکائے ایک لمبی زقند لی اور پھر اس کے اوپر آتے ہوئے اس کے کندھے پر ایک ہاتھ مارا۔ وہ میگزین بھرنا بھول گیا۔ اپنا توازن کھو بیٹھا اور لڑکھڑانے لگا۔

اب وہ سارے اپنے پستول بھرنا بھول گئے تھے اور اپنے آپ کو ایک خطرناک نو وارد کے مقابل دیکھ کر انہوں نے اپنے مکے

تان لئے۔ اور سب ایک ساتھ عمران کی طرف بڑھے جواب ان کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

جب وہ بالکل قریب آ گئے تو عمران فوراً اپنے دائیں جانب لپکا اور ان سے جو دائیں جانب تھا اُسے اپنی طرف کھینچ کر ایک مکہ اس کے جبڑے پر دے مارا۔ مکے کی آواز کمرے میں یوں گونجی تھی جیسے مارکول کے ڈرم پر کسی نے پتھر دے مارا ہو۔

پھر وہ ان پانچوں کے سامنے جم گیا اور اندھا دھند ان پر مکے برسانے لگا اور خود بھی ان کے مکے کھانے لگا۔ عمران نے دو منٹ کے اندر اندر ان پانچوں کو ڈھیر کر کے رکھ دیا تھا اور وہ سب گندی مکھیوں کی طرح فرش پر پڑے کراہ رہے تھے اور اپنے اپنے بدن کی ان جگہوں کو سہلا رہے تھے جہاں جہاں عمران کے فولادی مکے برسے تھے۔

کمرے سے باہر پڑا جو اپنی گردن ابھی تک سہلا رہا تھا۔ عمران اس کے پاس آیا اور اسے سہارا دے کر اوپر اٹھایا اس کی گردن ایک طرف لٹک رہی تھی اور اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے اسے سہارا دے رکھا تھا۔ شاید عمران کی ضرب سے اس کی گردن کے پٹھے بیکار ہو چکے تھے۔ عمران اسے کھینچ کر اندر لایا اور فرش پر اسے اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے پوچھا

تم لوگ یہاں سے کیا لینے آئے ہو

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ عمران نے اس کی گردن پر ضرب لگانے کے لئے پھر اپنا ہاتھ ہوا میں لہرایا۔ وہ کانپ گیا

اور فوراً بول پڑا۔

کیمیکلز کا سامان لینے آئے ہیں

اس کے علاوہ کچھ؟

شاید ہو لیکن مجھے علم نہیں

لیکن رات کے اس وقت کیوں! دن کو تم نے یہاں سے سامان کیوں نہ خریدا۔ اور پھر سمندر کے اس چور راستے سامان خریدنے کا مقصد

یہ جہاز کے کیپٹن کا حکم ہے۔ اور اس کے احکامات پر عمل کرو ہمارا فرض ہے

یہ جہاز کس کا ہے؟

اسی کیمیکل کمپنی کا ہے

کپتان کہاں ہے؟

وہ یہاں جہاز کے اندر نہیں

پھر؟

سنی سائڈ کلب میں

اور کون کون ہے اس کے ساتھ؟

صرف اس کی بیوی

عمران نے اپنے بیگ سے پتیل کی ایک تار نکالی اور اس سے ان کے گلے گھونٹ کر وہ ان کی لاشیں سمندر کے اندر پھینکنے لگا۔

جس وقت عمران ان کے ساتھ الجھا ہوا تھا عرفان ایک دوسرے کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا جس کے اندر کسی کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ عرفان نے گول شیشے میں سے اندر جھانکا چار آدمی ایک میز پر بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ عرفان

دروازہ کھول کر طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا۔ ایک لمبی جست لی اور ان کے اوپر آگرا۔

قبل اس کے کہ ان میں سے کوئی ہتھیار اٹھاتا عرفان نے ان کے ناک اور منہ پر مکے مار مار کر انہیں بے بس کر دیا تھا اور پھر اس نے بھی ان کے گلے گھونٹ کر سمندر میں پھینک دیا۔ اور عمران کی طرف آیا۔ وہ بھی اپنے کام سے فارغ ہو چکا تھا۔ اب دونوں مل کر دوسرے کمروں کا جائزہ لینے لگے۔ انہوں نے ایک ایک کمرہ چیک کیا۔ جہاز کے اندر اب کوئی اور شخص نہ رہ گیا تھا۔ دونوں سیڑھیوں کی طرف آئے اور عرشے پر بیٹھ کر وہ گولڈن ہلز کی طرف دیکھنے لگے۔

وہاں بیٹھ کر انہوں نے آدھ گھنٹہ انتظار کیا ہو گا کہ گولڈن ہلز کی طرف سے کسی لانچ کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ دونوں ہی چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اندھیرے میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر دونوں ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

لانچ کی بتیاں آف تھیں اور اسے دیکھا نہ جا سکتا تھا تاہم اس کی لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی ہوئی گڑگڑاہٹ سے لانچ کے فاصلے، اس کے انجن کی طاقت اور اس کے اندر لدے ہوئے سامان کا اندازہ ضرور لگایا جا سکتا تھا۔

بڑے سائز کی ایک لانچ جہاز کے پہلو میں سیڑھیوں کے پاس آکر رک گئی تھی۔ عمران اور عرفان آگے بڑھے اور سیڑھیاں اتر کر لانچ میں اتر گئے۔ اور اس کے اندر لدے ہوئے سامان کا جائزہ لینے لگے۔ لکڑی کی بند پیٹیاں تھیں اور کافی وزنی دکھائی دیتی تھیں۔ لانچ

کے اندر صرف چار آدمی تھے جن میں سے صرف دو ایک کونے میں اور دو دوسرے کونے میں کھڑے ہوئے تھے۔ صرف چند لمحوں تک سامان کا جائزہ لینے کے بعد عمران ایک پیٹی پر جھکا اور اس کے نیچے ہاتھ ڈالتے ہوئے اس نے لانچ والوں میں سے ایک کو کہا

مجھے اٹھانے میں مدد دو!

ان چاروں میں سے ایک عمران کے قریب آیا اور حیرانی سے پوچھا

کیا تم دو ہی ہو اور آنے والا سامان شفٹ کر سکو گے۔

ہاں۔ عمران نے جھکے ہی جھکے کہا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

عمران نے غصے میں کہا

عورتوں جیسی باتیں نہ کرو۔ پیٹی اٹھانے میں میری مدد کرو۔

وہ طیش میں آگیا۔

بکواس نہ کرو۔ زبان کو لگام دو۔

عمران نے تھوڑی سی کمر سیدھی کی پھر اپنا داہنا اور الٹا ہاتھ اس کے منہ پر دے مارا۔ عمران کی انگلیاں اس کے منہ پر یوں لگیں تھیں جیسے لوہے کی سلاخیں ہوں۔ وہ چکرایا اور پیچھے جا گرا۔ اس کا دوسرا ساتھی بھی عمران کی طرف لپکا اتنی دیر تک وہ خود بھی اٹھ چکا تھا۔ دونوں غصے کی حالت میں عمران کی طرف بڑھے۔ عرفان اس وقت لانچ کے وسط میں کسی پتھر کے مجسمے کی طرح خاموش اور ساکن کھڑا تھا۔ بلکہ یوں جیسے لانچ کے اندر کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

وہ دونوں جب عمران کے نزدیک ہوئے تو عمران کے چہرے

پر خوفناک سختی چھاگئی تھی۔ اور وہ درندے کی طرح بپھر گیا تھا۔ بجلی کے کوندے کی طرح اس نے حرکت کی اور ان دونوں کے پیٹ میں ایک ایک سخت مکہ مارا۔ ان دونوں کی آنکھوں کے آگے سینکڑوں ستارے لہرا گئے۔ اور وہ لڑھکتے ہوئے دور جا گرے۔

لانچ کے اس کونے میں کھڑے ان کے تیسرے اور چوتھے ساتھی نے جب عمران کے ہاتھوں اپنے دونوں ساتھیوں کو پٹتے دیکھا تو وہ ان کی مدد کے لئے لکڑی کی پیٹیاں پھلانگتے اس طرف بڑھے مگر راستے میں عرفان کھڑا تھا۔

عرفان؟

فولادی اور مافوق الفطرت انسان

سٹین لیس سٹیل کی ایک دیوار

عمران کے بعد سیکرٹ سروس کا وہ پہلا خوفناک کارکن جو دشمن پر نگاہ رکھنے اور اس سے نمٹنے کے لئے ہزاروں آنکھیں اور سینکڑوں ہاتھ پاؤں رکھتا تھا۔ جس کے کاغذات میں شکست تسلیم کرنا نہ تھی۔

وہ دونوں جب بھاگتے ہوئے عرفان کے پاس سے گزرنے لگے تو عرفان نے اپنا دایاں ہاتھ آگے پھیلا دیا اور غرایا

ٹھہرو!

ان میں سے ایک نے غصے میں کہا

پیچھے ہٹ جاؤ۔ ورنہ تم بھی پچھتاؤ گے

عرفان کی آواز میں درندگی عود آئی تھی۔

وہاں آگے ڈبل روٹی اور مکھن مفت تو نہیں بٹ رہے۔

ہم اسے اس کی بدتمیزی کا سبق دینا چاہتے ہیں ۔

عرفان اور زیادہ خونخواری سے غرایا ۔

کتے ! وہ تم جیسے سینکڑوں کو سبق سکھانے کی ہمت رکھتا ہے ۔ اس کا نام عمران ہے

وہ دونوں چونک اٹھے ۔

عمران ؟

عرفان نے اسی لہجے میں جواب دیا

ہاں تم جیسے چھا بدمعاشوں کا باپ !

وہ دونوں عرفان پر حملہ آور ہونا ہی چاہتے تھے کہ عرفان نے اپنا پھیلایا ہوا بازو زور سے گھمایا اور عرفان کا فولادی ہاتھ ایک کے منہ پر لگ کر پھسلتا ہوا دوسرے کے منہ پر جا لگا ۔ پھر عرفان پہلی بار حرکت میں آیا تھا ان دونوں کے سنبھلنے سے قبل ہی وہ ان کے پیٹ میں ایک ایک مکہ جما کر وہ ان پر درماندگی طاری کر چکا تھا ۔ پھر اس نے ان دونوں پر تابڑ توڑ کئی مکے دے مارے اور وہ لکڑی کی پیٹیوں پر گر کر ہانپنے لگے ۔ عرفان نے ان دونوں نے بازو پکڑ لئے اور انہیں گھسیٹتا ہوا عمران کے پاس لے آیا

عمران ان چاروں میں سے ایک کے پاس بیٹھ گیا اور اس کی چھاتی پر اپنے سخت گھٹنے کا بوجھ ڈالتے ہوئے پوچھا

جہاں سے تم لوگ لانچ نکال کر لائے ہو وہاں داخل ہونے کے لئے آج کا کوڈ ورڈ کیا ہے ؟

اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا پھر ہکلاتے ہوئے پوچھا

تم دونوں کون ہو ۔ میں نے آج تک تم جیسے خونخوار انسان نہیں دیکھے ۔

فالتو بک بک نہ کرو ۔ جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو ۔

وہ اپنا سر ذرا سا اوپر اٹھا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا ۔ ان تینوں کے سروں پر عرفان کسی جلاد کی طرح کھڑا تھا ۔ لہذا ان تینوں میں سے کوئی بھی اس کی نگاہوں سے نگاہیں ملا کر اس کے خاموش اور سوالیہ لبوں کا جواب نہ دے سکا ۔

عمران نے اپنے چسٹر کی جیب سے چمکتا ہوا ایک خنجر نکال کر اس کی آنکھوں پر لہرایا

موت یا کوڈ ورڈ ۔ دونوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو ۔

وہ کانپنے لگا

کوڈ ورڈ

پھر بتا دو

آنے والی صبح کے چھ بجے تک " بارگین ،،

عمران نے وہیں بیٹھے ہی بیٹھے عرفان کو اپنے ہاتھ سے ایک خاص انداز میں اشارہ کیا ۔ عرفان نے اپنے بیگ سے ایک سرنج نکالا ۔ ایک شیشی میں سے دوائی بھری اور عمران کے گھٹنے تلے لیٹے ہوئے کے بازو میں انجکشن دے دیا ۔ عمران اپنی گھڑی دیکھتا رہا ۔ جب پورا ایک منٹ گزر گیا تو عرفان پھر اس سے مخاطب ہوا

تمہارا نام

فاکس ہاورڈ

جس غار سے تم یہ لانچ نکال کر لائے ہو ۔ اس میں داخل ہونے کے لئے آج صبح کے چھ بجے تک کوڈ ورڈ کیا ہے ۔

اس نے نشے میں ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا ۔

بارگین

عمران نے پھر عرفان سے کہا

بس اب کنفرمیشن ہو گئی ہے ۔ انہیں ٹھکانے لگا دو ۔ عرفان نے پن پوائنٹ نکالا اور چاروں پر سرخ پن فائر کر دیئے ۔ وہ وہیں ایک منٹ کے اندر ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے ۔ دونوں نے چاروں لاشیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں ۔ ایک بار پھر وہ جہاز کی سیڑھیوں پر آئے اور چہروں پر ایک عزم لئے وہ دونوں آہنی انسان سمندر میں کود گئے ۔



عمران سمندر کے اندر گولڈن کی دیوار کی طرح سیدھی ایک سیاہ چٹان کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹولتا ہوا ایک جگہ رک گیا ۔ اس کا ہاتھ مضبوط ۔ پلاسٹک کے ایک ہینڈل پر آ کر رک گیا تھا ۔ عرفان بھی اس کے پہلو میں آ کر رک گیا تھا اور پانی کی کوئی دو فیٹ گہرائی میں وہ بھی اس ہینڈل کو محسوس کر چکا تھا ۔

یکایک عمران نے چرخی نما اس ہینڈل کو زور سے گھمانا شروع کر دیا ۔ صرف چند ہی سیکنڈ میں اس سیاہ چٹان میں سے ایک مہیب آواز

سنائی دی

کوڈ ورڈ

عمران نے بھاری اور کپکپا دینے والی خوفناک آواز میں جواب دیا ۔

بارگین !

سیاہ چٹان ، پندرہ فٹ اونچائی تک درمیان میں پھٹ کر دو حصوں میں بٹ گئی اور دونوں حصوں کے پیچھے سرکنے کے بعد وہ کوئی بیس فٹ چوڑی گزرگاہ بن گئی تھی جس کے اس پار بھی سمندر کا نیلا اور شفاف پانی تھا ۔

عمران اور عرفان بڑی تیزی سے اندر داخل ہو گئے اور چٹان کے دونوں حصے پھر ملنے سے وہ گزرگاہ بند ہو گئی تھی ۔ دونوں تیرتے ہوئے ایک طرف بڑھنے لگے ۔ عمران اس قدر تیزی سے آگے جا رہا تھا گویا وہ سارا ماحول برسوں سے اس کا جانا پہچانا ہو ۔

تقریباً تیس فٹ پانی کے اندر تیرنے کے بعد وہ دونوں دائیں طرف کنارے کی طرف بڑھے تھے اور پھر لکڑی کے موٹے موٹے تختوں کی سیڑھیاں چڑھنے لگے ۔ دونوں آگے پیچھے اوپر چڑھتے رہے ۔ اب وہ ایک گیلری میں داخل ہوئے تھے ۔ جس کے دائیں سرے پر ایک روشن کمرہ تھا ۔ عمران نے کمرے کا دروازہ کھولا اور دونوں اندر داخل ہو گئے ۔

کمرے کے اندر ایک مہیب سا شخص بالکل کرسی پر بیٹھا تھا ۔ اس کی سامنے والی میز پر ٹیلیفون ، انٹرکام ، ٹرانسمیٹر کے علاوہ کچھ اور آلات بھی تھے ۔ جن کی مختلف رنگوں کی تاریں میز کے کناروں پر پھیلی ہوئی تھیں ۔ اور دائیں طرف ایک صوفے پر دو آدمی اور بیٹھے تھے ۔ جن

کے لباس عمران اور عرفان جیسے تھے۔

عمران میز کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور عرفان کرسی پر بیٹھنے وا[لے] کے پہلو میں جا کھڑا ہوا۔ کرسی پر بیٹھا ہوا عمران کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے بولا۔

ملٹن! چیف نے تم دونوں کو جہاز کے گرد پہرہ دینے کو کہا تھا۔ تم دونوں یہاں کیسے آئے اور پھر آج کے کوڈ ورڈ کا تمہیں کیسے پتہ چل گیا۔ کیا یہ کو[ئی] سازش تو نہیں۔ اس نے میز کی دراز سے اپنا پستول بھی نکال لیا تھا

عمران نے بڑی انکساری سے کہا

میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں باس!

اس نے پھر غصے میں کہا

بکو!

عمران نے کوئی اثر نہ لیا تھا۔ تاہم اس کے انداز گفتگو پر عرفان کا چہرہ غصے میں لال سرخ ہو گیا تھا۔ بالکل یوں جیسے وہ کوئی درندہ ہو اور ابھی حملہ آور ہو جائے گا۔

عمران نے پھر بڑی نرمی سے کہا

جس کشتی نے سامان لے کر ساڑھے بارہ بجے تک جہاز کے پاس جانا تھا۔ وہ ابھی تک نہیں پہنچی۔

وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور غصے میں چلا کر کہا

تم بکتے ہو آدھ گھنٹہ قبل میں کشتی کو یہاں سے روانہ کیا ہے۔ یہ کیسے

وہ اپنا فقرہ پورا نہ کر پایا تھا کہ عرفان اس پر جھپٹ پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ سے پستول چھین کر اس نے اس کی کنپٹی پر ایک پتھریلا گھونس[ہ] دے مارا۔ صوفے پر بیٹھے ہوئے چاروں بھی بپھر گئے۔ وہ اپنی اسٹین گن سنبھالنا ہی چاہتے تھے کہ عمران اپنی جگہ سے گیند کی طرح اچھلا اور ان کے اوپر آ گرا تھا۔

کسی غیر انسانی قوت کی سی پھرتی کے ساتھ اس نے ان کی اسٹین گن اٹھا کر میز کے نیچے پھینک دی تھی۔ اس دوران میں ان میں سے دو اسے گھونسے بھی مار چکے تھے۔ لیکن وہ سب کچھ برداشت کر گیا تھا۔

عرفان نے اپنے شکار کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر ان چاروں کے اوپر دے مارا تھا۔ اس طرح عمران کو ان کی اسٹین گن اٹھانے کا موقع مل گیا تھا اور وہ چاروں کوئی مزاحمت نہ کر سکے تھے۔

چاروں اسٹین گن میز کے نیچے پھینکنے کے بعد عمران ان پانچوں پر اب برس پڑا تھا اور مشینی انداز میں ان پر مکے برسانے لگا تھا۔

عرفان نے جیب سے پلاس نکال کر میز پر پڑے سارے آلوں کی تاریں کاٹ دی تھیں۔

وہ پانچوں میز کے نیچے پڑی اپنی اسٹین گنوں کی طرف آنا چاہتے تھے لیکن عمران ان کے سامنے دیوار بنا ہوا تھا اور جو بھی آگے بڑھتا۔ عمران کا مکہ کھا کر اپنا پیٹ سہلاتا ہوا کئی گز تک پیچھے ہٹ جاتا تھا۔

عرفان میز پھلانگ کر دوسری طرف آیا اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے وہ عمران کی مدد کو آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ عمران نے اسے روک دیا۔

کوئی اور کام کرو! یہ تو صرف پانچ ہیں۔ دس ہوتے تب بھی میں انہیں مٹی کے کھلونوں کی طرح توڑ کر رکھ دیتا۔

عمران اور زیادہ وحشی ہو گیا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے ان پر ایسے مکّے برسائے کہ وہ پانچوں نیم بے ہوشی کی حالت میں فرش پر گر گئے۔ اتنی دیر تک عرفان نے میز پر پڑے سارے آلات کو توڑ دیا تھا۔ پھر اس نے پن پوائنٹر نکال کر ان پانچوں پر سرخ پن فائر کئے۔ اور وہ ختم ہو گئے۔ دونوں ایک ایک اسٹین گن اور فالتو میگزین لیں۔ دروازہ کھول کر باہر آئے۔ اور گیلری میں آگے بڑھنے لگے۔

تھوڑی دور جا کر ایک چوک سا آ گیا تھا۔ ایک راستہ سیدھا آگے ایک دائیں اور ایک بائیں جانب چلا گیا تھا۔ عمران اور اس کے پیچھے عرفان دونوں دائیں طرف مڑ گئے۔

سب راستے خوب روشن تھے۔ اور جس راستے پر وہ جا رہے تھے۔ اس کے دونوں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کمرے تھے۔ جن کے دروازے لوہے کے تھے اور ان کو کھولنے اور بند کرنے کے لئے دروازوں کے وسط میں لوہے کی چرخیاں تھیں۔

اچانک سامنے سے دو پہرے دار آتے دکھائی دیئے۔

ان کے پاس اسٹین گنیں تھیں۔ عمران نے فوراً ان پر اپنے پن پوائنٹر سے پن فائر کئے۔ اور وہ دونوں وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ اب وہ دونوں بڑی احتیاط سے ہر کمرے کے دروازے میں لگے ہوئے گول شیشے میں سے ہر کمرے کا اندرونی جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ سب کمرے خالی تھے۔ اور وہ آگے بڑھتے رہے۔

ایک کمرے کے اندر جھانکنے کے بعد عمران وہیں جم گیا اور عرفان کو اندر دیکھنے کو کہا۔ عرفان نے شیشے میں اندر دیکھا۔ کمرے میں صفدر بڑی بے چینی سے ادھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ جیسے کسی جنگلی چیتے کو کوئی گہرا چکمہ دے کر چڑیا گھر کے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہو۔

عمران نے لوہے کی چرخی کو ایک نمبر تک جب گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی دور کہیں ایک ساتھ خطرے کے کئی بھیانک سائرن بجنے لگے تھے۔ عمران چونک پڑا۔ جلدی جلدی اس نے عرفان سے کہا۔

صفدر کو لے کر تم اس چوک پر میرا انتظار کرو۔ اس کے ساتھ ہی وہ واپس مڑا اور جس طرف سے آیا تھا اسی طرف اپنی پوری رفتار سے بھاگنے لگا۔ چوک پر آ کر وہ سیدھا آگے جانے والی گیلری میں بھاگنے لگا تھا۔

عرفان نے دروازہ کھول کر صفدر کو باہر نکالا۔ عرفان کو دیکھتے ہی صفدر اس سے لپٹ گیا اور اس کی پیشانی چوم لی

مجھے یقین تھا تم یا عمران دونوں میں سے ضرور کوئی آئے گا۔

عرفان اس کا بازو پکڑ کر چوک کی طرف بھاگنے لگا۔

فکر نہ کرو عمران صاحب بھی یہیں ہیں۔

ان دو پہریداروں کی لاشوں کے پاس آ کر جنہیں عمران نے ختم کیا تھا عرفان رک گیا اور صفدر سے سرگوشی کی۔

ان دونوں میں سے ایک کا لباس اتار کر پہن لو۔ لیکن جلدی بہت جلدی۔ وقت بالکل نہیں۔ کوئی نہ کوئی یہاں پہنچنے ہی والا ہو گا۔

صفدر نے جلدی جلدی ان میں سے ایک کا لباس اتارا اور جب وہ ان کپڑوں کے اوپر ہی وہ لباس پہن رہا تھا۔ تو چوک کی جانب سے تین آدمی نمودار ہوئے۔ عرفان نے کسی زخم کھائے ہوئے درندے کی طرح ان کی جانب دیکھا۔ پھر پلک جھپکنے میں ان پر اسٹین گن کا برسٹ مارا اور وہ تینوں وہیں لہو میں نہا گئے۔

صفدر جب لباس پہن چکا تو عرفان نے پھر سرگوشی کی

ایک سٹین گن اور ان کی فالتو میگزینیں بھی لے لو۔

صفدر نے ایک اسٹین گن اٹھا لی اور ان دونوں کے پاس جتنی فالتو میگزینیں تھیں۔ ان پر بھی قبضہ کر لیا۔ دونوں پھر آگے بڑھنے لگے۔ تازہ مرنے والوں تینوں کے پاس آ کر دونوں نے ان کی کی بھی ساری میگزینوں پہ قبضہ کر لیا۔ اور چوک پر آ کر ایک ستون کی اوٹ لے کر بیٹھ گئے۔

عمران بھاگتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ اس سے چند گز کے فاصلے پر کمرے کے سامنے کوئی کھڑا پہرہ دے رہا تھا عمران کے پن پوائنٹ سے اسے ختم کر دیا اور پھر بھاگتا ہوا آگے بڑھا۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ کمرے میں بجلی پیدا کرنے والا پلانٹ تھا۔ عمران نے اس کی ساری تاریں کاٹ دیں۔ اور گولڈن ہلز کے وہ سارے تہ خانے تاریکی میں ڈوب گئے۔ پھر عمران نے اپنی اسٹین سے پلانٹ پر فائرنگ کی اور اسے جگہ جگہ سے ناکارہ بنا دیا۔

اس کمرے سے نکل کر وہ پھر گیلری میں آیا۔ اور واپس عرفان اور صفدر کی طرف بھاگنے لگا۔ عرفان اور صفدر ابھی تک اسی ستون

کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تہ خانوں کے اندر ایسی گہری تاریکی چھا گئی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ اسی وقت انہیں اپنے نزدیک ہی اسی سمت جس طرف عمران گیا تھا چار آدمی پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے ہوئے اپنی طرف دکھائی دیئے۔

عرفان اور صفدر نے اپنی اسٹین گنیں سنبھال لیں۔ نشانہ لیا۔ اور ابھی وہ ٹریگر دبانا ہی چاہتے تھے کہ وہ چونک پڑے

ایک دھماکہ ہو گیا تھا

اندھیرے میں رونگٹے کھڑے کر دینے والی کئی چیخیں بلند ہوئی تھیں اور ادھر گرد کے ماحول کو اور زیادہ پراسرار اور بھیانک بنا گئی تھیں۔ ان چاروں کے پیچھے سے کسی نے ان پر برسٹ مارا تھا اور وہ بری طرح چیختے ہوئے ڈھیر ہو گئے تھے۔

عرفان نے صفدر کے کان میں سرگوشی کی

گولی نہ چلانا۔ عمران واپس آ رہا ہے۔ اور ان چاروں کو اس نے ہی ختم کیا ہے۔

چند ہی لمحوں بعد ان کو اپنے نزدیک ہی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ کوئی پکار رہا تھا

ڈیمن! ڈیمن!

عرفان پہچان گیا عمران کی آواز تھی۔ اس نے بھی ویسی ہی دھیمی آواز میں کہا

بیس ملٹن!

ان کے سامنے سے ہی عمران ایک ستون کے پیچھے سے

نکلا اور ان کے پاس آکر رک گیا۔ اور پھر سرگوشی کی

تم دونوں ٹھیک ہونا

عرفان نے جواب دیا

ہاں!

پھر جلدی میرے ساتھ آؤ۔ دیر ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں آگے پیچھے بائیں طرف جانے والی گیلری میں بھاگنے لگے تھے۔



تہ خانوں اور گیلری کے اندر اب ان گنت لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے۔ کچھ کا رخ ان کمروں کی طرف تھا جہاں سے صفدر کو نکالا گیا تھا۔ اور کچھ گیلری میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پہرہ دینے کے انداز میں دو دو ہو کر کھڑے ہونے لگے تھے۔ ہر طرف بھگدڑ سی مچی ہوئی تھی۔ عمران، عرفان اور صفدر بھی ان میں مل گئے تھے۔

وہ راستہ جس پر وہ تینوں بھاگتے جا رہے تھے جس جگہ ایک کھلی عمارت میں داخل ہوتا تھا اس سے قبل ہی عمارت کے ایک کمرے کے سامنے پہرہ دینے والے کو عمران نے اپنے پن پوائنٹر سے

ختم کیا۔ اس کمرے کا دروازہ کھول کر اس نے جائزہ لیا وہ اسلحہ خانے کا ایک بہت بڑا ہال تھا۔ عمران نے اپنی جیب سے دو چھوٹے چھوٹے ٹائم بم نکالے۔ ان پر وقت فکس کیا اور انہیں ہال کے اندر دور پھینک کر دروازہ پہلے کی طرح بند کر دیا۔

ذرا اور آگے جا کر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور پاکٹ ٹارچ کی لائٹ اندر پھینکی۔ وہ ایک بہت بڑی تجربہ گاہ تھی جس کے اندر پانچ ادھیڑ عمر کے آدمی ہراساں کھڑے تھے۔ عمران میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر کے اس نے انہیں پکار کر کہا۔

تم لوگ اگر ایمٹی ٹیکنالوجی کے سائنسدان ہو تو باہر آجاؤ۔ میں تمہاری جان بچانا چاہتا ہوں۔

ان میں سے جب کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا تو عمران نے اپنے ملک کے ایمٹی ٹیکنالوجی کے سائنسدان کو اس کے نام سے مخاطب کرتے ہوئے ذرا بلند آواز میں کہا۔

میں عمران ہوں! یہ نام یقیناً تمہارے کانوں کے لئے آشنا اور مانوس ہوگا۔ اپنے ساتھیوں کو لے کر باہر آجاؤ۔ میں تم سب کو یہاں سے نکالنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس وقت نہیں جلدی کرو۔

ان میں سے ایک نے جو عمران کے ملک کا سائنسدان تھا حرکت کی پھر بھاگ کر وہ خوشی سے ملے جلے جذبات میں عمران سے لپٹ گیا۔

مجھے امید تھی میری حکومت ضرور میری کو کچھ کرے گی۔ اور مجھے یقین تھا کہ مجھے بچانے کے لئے تم یا عرفان میں سے کسی کو بھیجا جائیگا۔

عرفان بھی میرے ساتھ ہے۔ آپ اپنے ساتھیوں کو بلائیے اور جلدی جلدی یہاں سے نکل چلیں۔ اس نے آواز دے کر اپنے ساتھیوں کو بلایا اور وہ سہمے سہمے عمران کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ عمران نے اس کمرے میں بھی دو ڈھکن نما بم پھینکے اور سب کے ساتھ باہر نکل آیا۔

ایک بار وہ سب پھر بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ عمران کے اشارے پر وہ ایک جگہ رک گئے۔ عمران نے اس کمرے کو کھولنے کے لئے لوہے کی چرخی گھمائی اور جونہی عمران نے دروازہ کھولا۔ سب چونک اٹھے اور حواس باختہ ہو کر رہ گئے۔ کمرہ جو اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا ایک دم روشن ہو گیا۔ شاید اس کی لائٹ کا انتظام علیحدہ تھا۔ کمرے کے وسط میں دو جوان ہاتھوں میں اسٹین گن تانے کھڑے تھے۔ جسامت کے لحاظ سے وہ کچھ یوں تھے جیسے فری سٹائل کشتی لڑنے والے ہوں۔ ان کے درمیان پختہ عمر کا داڑھی والا ایک آدمی کھڑا تھا۔ صفدر نے فوراً عمران سے کہا

یہ چیف ہے

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ چیف نے ایک ہولناک قہقہہ بلند کیا اور عمران

مجھے امید تھی کہ مجھ سے بغاوت کرنے والا ضرور میری طرف آئے گا لہذا مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ سب اپنے ہاتھ اوپر کر لو اور اندر آ جاؤ۔ کسی نے بھی غلط حرکت کی تو گولیوں سے چھلن جائے گا۔

آہستہ آہستہ ہاتھ اوپر لے جاتے ہوئے عمران اور عرفان نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کوئی فیصلہ کیا۔ پھر پلک جھپکنے میں انہوں نے فوراً اپنے بازو زور سے پھیلائے اور سب کو دروازے کے دائیں بائیں گرا کر محفوظ کر دیا تھا اور خود کسی ہائی پاور کے اچانک ٹوٹنے والے

سپرنگ کی طرح وہ دونوں ہوا میں قلابازیاں کھاتے ہوئے سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرنے لگے تھے۔

چیف کے دونوں پہلوان نما باڈی گارڈوں نے عمران اور عرفان پر برسٹ مارا تھا مگر وہ دائیں بائیں اور اوپر نیچے قلابازیاں لیتے ہوئے اپنا آپ بچا گئے تھے۔ جب وہ دونوں اپنی اسٹین گنوں کی میگزین بدلنے لگے تو عمران اور عرفان ایک لمبی جست کے ساتھ ان کے اوپر آ رہے اور ان کے ہاتھوں سے اسٹین گنیں چھین کر کمرے سے باہر پھینک دیں۔ اب وہ چاروں کسی جنگلی اور وحشی سانڈوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ دونوں جب عمران اور عرفان کی طرف بڑھے تو عمران نے عرفان سے کہا

وقت ضائع نہ کرنا

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اپنی جگہ پر بجلی کے پنکھے کی طرح گھومے۔ جنگلیوں اور وحشیوں کے انداز میں ایک غیر مانوس اور انجانا نعرہ بلند کیا۔ اور ان دونوں کے پیٹ میں ایک ایک مکّہ مارا۔

ان دونوں کی چیخیں بلند ہوئیں اور وہ فرش پر گر گئے

چیف نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنے پیچھے لفٹ کی طرف بھاگا۔ صفدر نے زخمی چیتے کی طرح دروازے کے باہر سے ہی بھاگ کر چھلانگ لگائی تھی اور چیف کو وہیں دبوچ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

عمران اور عرفان نے دونوں باڈی گارڈوں کو ختم کر دیا تھا پھر کمرے کے اندر لگی لفٹ کے ذریعے اس جگہ تہ خانے سے

باہر نکلے جہاں گڑھ نما چٹان تھی ۔ عمران اور عرفان سب کو ساتھ لے کر اس چھوٹی سی کنواں نما لفٹ کے ذریعے باری باری ساحل سمندر پر لائے ۔ جس لفٹ سے وہ دونوں خود اتر کر چہل قدمی کے لئے ساحل سمندر پر گئے تھے ۔

کنارے پر آ کر عمران نے عرفان سے کچھ کہا اور وہ سمندر میں کود گیا ۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک لانچ ساحل کی طرف آتی دکھائی دی اور پھر کنارے پر آ کر کھڑی ہو گئی ۔ یہ وہی سامان سے لدی ہوئی لانچ تھی جسے وہ دونوں جہاز کے پاس کھڑا کر آئے تھے ۔ عرفان لانچ چلا رہا تھا

لانچ کے ذریعے وہ اس جہاز میں آئے ۔ عمران اور عرفان نے لانچ کو سٹارٹ کر کے اس کا رخ گولڈن ہلز کی طرف کر کے چھوڑ دیا ۔ لانچ بڑی سست رفتاری سے گولڈن ہلز کی طرف بڑھنے لگی ۔ عمران اور عرفان دونوں نے جہاز کو اسٹارٹ کیا ۔ اور بڑی تیز رفتاری سے وہ جہاز کو بندرگاہ کی طرف لے جانے لگے عرفان جہاز کا کنٹرول سنبھالے ہوئے تھا اور عمران ایک ٹرانسمیٹر لے کر چیف کے پاس آیا اور اس کے جسم میں ایک تیز خنجر کی نوک چبھوتے ہوئے کہا ۔

سنی سائڈ کلب میں رابطہ کر کے اپنے سب ساتھیوں سے کہو کہ اس جہاز میں آ جائیں ۔ کنارے پر دو لانچیں ان کا انتظار کر رہی ہوں گی

چیف نے چپ چاپ عمران کے کہنے کے مطابق

آرڈر دے دیا اور عمران پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا ۔ اب وہ بار بار بڑی بے چینی سے اپنی گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد عمران اور عرفان نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تھی اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کو کہہ دیا تھا

پھر دو منٹ کے بعد زمین کو ہلا دینے والے دھماکے ہونے شروع ہو گئے تھے بالکل یوں جیسے سمندر کے کسی کنارے برسوں سے خاموش ہزاروں آتش فشاں ایک ساتھ مہیب آوازوں کے ساتھ پھٹ پڑے ہوں ۔ دھماکوں کا یہ سلسلہ دس منٹ تک جاری رہا اور گولڈن ہلز کی چٹانیں اور مضبوط تہ خانے دھنکی ہوئی روئی کی طرح فضا میں بکھر کر رہ گئے تھے ۔

عمران اور عرفان نے صفدر اور اپنے ملک کے ایٹمی ٹیکنالوجی کے ماہر کو جہاز اور چیف کی نگرانی پر چھوڑا ۔ اور خود دونوں جہاز سے منسلک دو لانچیں لے کر کنارے کی طرف چلے گئے ۔

چیف کے سارے چیدہ چیدہ کارکن جو سنی سائڈ کلب میں کام کرتے تھے بڑی گھبراہٹ کے عالم میں کنارے پر آ جمع ہوئے تھے ۔ عمران اور عرفان دونوں لانچیں ان سے بھر کر جہاز میں لے آئے تھے ۔

ان سب کو انہوں نے چیف کے ساتھ ایک کمرے میں بند کر دیا ۔ صفدر اور سارے سائنسدانوں کے ہمراہ وہ

ایک لائف بوٹ میں بیٹھ گئے اور جہاز سے منسلک ساری کشتیوں کو علیحدہ کر کے وہ کنارے کی طرف آ گئے۔ جب وہ کنارے پر آئے تو جہاز ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ کر فضا میں بکھر گیا۔

دوسرے روز صبح سویرے ہی انہوں نے سارے سائنسدانوں کو بڑی عزت اور تکریم سے اپنے اپنے ملک روانہ کر دیا اور خود وہ دونوں صفدر، جوزف، ایڈنا اور ایٹمی ٹیکنالوجی کے ماہر کے ساتھ اپنے وطن روانہ ہو گئے۔



وطن پہنچنے کے دوسرے روز ایکسٹو کی طرف سے سیکرٹ سروس کے سارے ارکان کو ڈنر دیا گیا۔ جس میں گو ایکسٹو شریک نہ ہوا تھا۔ تاہم عمران اور عرفان کو مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کیا گیا اور یہ سب کچھ اس کٹھن مہم کو سر کر لینے کی خوشی میں تھا۔

کھانے کے بعد سب لوگ کانفرنس ہال میں جمع ہو گئے تھے۔ کوئی پانچ منٹ تک انتظار کرنا پڑا ہو گا کہ ریڈ بلب

سپارک کرنے لگا۔ پھر ایکسٹو کی بھرائی اور غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

عمران! عرفان!

عمران اور عرفان دونوں کھڑے ہو گئے۔

ایکسٹو کی آواز پھر سنائی دی

میں تم دونوں کو اس مہم کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔

عمران اور عرفان نے اپنے سر قدرے جھکا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

ایکسٹو پھر بولا۔

جو مہم تم لوگوں نے سر کی ہے یہ مشکل ترین اور خطرناک مہم تھی۔ کچھ شرپسندوں نے گولڈن ہلز کے تہ خانوں کی صورت دے کر اپنی آماجگاہ بنایا تھا اور ساری دنیا کے ایٹمی ٹیکنالوجی کے ماہر سائنسدانوں کو اغواء کر کے وہاں جمع کر لیا تھا۔ جس میں ملک کا بھی ایک سائنسدان تھا۔

بظاہر وہ کیمیکلز کا کاروبار کرتے تھے لیکن زیر زمین وہ ان اغواء کئے ہوئے سائنسدانوں سے ہلکا پھلکا ایٹمی اسلحہ بھی بنواتے تھے۔ ان میں سے کئی خود بھی ایٹمی ٹیکنالوجی کے ماہر تھے۔ اور اپنے بنائے ہوئے ایٹمی ری ایکٹر اور ری پراسیسنگ پلانٹ کے لئے پلاٹینم اور یورینیم گولڈن ہلز سے ہی حاصل کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں ان دھاتوں کی کانیں تھیں۔

یہ اسلحہ وہ مختلف ممالک کے باغی اور شرپسند عناصر کو بھاری قیمت کے عوض فروخت کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنے بحری جہاز رکھے ہوئے تھے جو ان کا اسلحہ دوسرے ممالک کو پہنچاتے تھے۔

اب ان کا حوصلہ زیادہ بڑھ گیا تھا۔ انہوں نے ہمارے ایٹمی ٹیکنالوجی کے ماہر کو اغواء کر کے ہماری ایٹمی ترقی پر ضرب لگانے کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اب بڑے بڑے ایٹمی ہتھیار ممالک کے دشمن ملکوں کو بھی مہیا کرنے شروع کر دیئے تھے۔ جس سے عربوں کی سالمیت کو بے پناہ خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔

لہٰذا ہمیں مجبوراً حرکت میں آنا پڑا تھا۔ سو ہم نے عمران اور عرفان کی مدد سے ان کی ہر چیز کو تباہ اور برباد کر دیا۔ گولڈن ہلز کے اوپر انہوں نے ایک گدھ نما چٹان بنا رکھی تھی۔ جو اینٹینا کا کام دیتی تھی اور گولڈن ہلز میں داخل ہونے والوں کی تصویریں نیچے سکرین پر منعکس کرتی تھی۔

اس کے علاوہ انہوں نے اس چٹان کو اپنے دشمن کو پھانسنے اور اسے ختم کرنے کا ذریعہ بھی بنا رکھا تھا۔ عرفان جب کیمیکلز فیکٹری کے پاس سے گزر کر ساحل سمندر کے پارک کی طرف گیا تھا تو راستے میں ایک سرخ کیبن کے پاس ایک لڑکی نے اس کا راستہ روکا تھا اور اس کا نام پوچھ کر اسے پارک

میں وقت گزارنے کے لئے ارزاں قیمت پر گرل فرینڈ مہیا کرنے کی پیشکش کی تھی۔ اسی کیبن کے پاس عرفان کی فوٹو بھی اتار لی گئی تھی۔

اور پھر عرفان کا نام اور اس کی تصویر چیف کو پہنچا دی گئی تھی کیونکہ یہ کیبن بھی چیف کے ایجنٹوں کا تھا۔

جو بھی سیاح وہاں سے گزر کر گولڈن ہلز کی طرف جانے کی کوشش کرتا وہ اسی بہانے اس کا نام اور تصویر لے کر اپنے چیف کو پہنچا دیتے۔

اور ان میں سے کوئی اگر گولڈن میں داخل ہو جاتا تو چیف کے پاس گدھ نما چٹان کی مدد سے سکرین پر وہ منعکس ہو جاتا اور چیف پہلے سے پہنچی ہوئی تصویر سے اس کی شکل ملا کر اس کا نام پکارتا ساتھ ہی مہیب قہقہوں والی ٹیپ چڑھا دی جاتی۔ جن کی آواز گدھ نما چٹان کے اندر لگے ہوئے ایمپلیفائر کے ذریعے فضا میں زور سے منتشر کرتے۔ وہاں داخل ہونے والے اپنا نام سن کر گدھ نما چٹان کی طرف بھاگتے اور جب وہ چٹان کے سامنے آتے تو وہ چٹان کو حرکت میں لا کر اسے سینکڑوں فٹ گہرائی میں پھینک کر ختم کرا دیتے۔

عرفان کے ساتھ بھی انہوں نے یہی کیا تھا لیکن یہ اپنی حاضر دماغی کے باعث ان کے پھندے میں نہ آیا تھا۔

عام آدمی گولڈن ہلز میں داخل ہونے کے متعلق سوچ

بھی نہ سکتا تھا۔ صفدر بھی شائد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا جب اسے گولڈن ہلز کے متعلق انفارمیشن لانے کو بھیجا گیا تو وہ لانچ کے ذریعے گولڈن ہلز سے منسلک پارک تک گیا۔ یہ لانچ ان بدمعاشوں ہی کی تھی اور انہوں نے صفدر پر قابو پا کر اسے قید کر لیا۔

تاہم عمران نے راست قدم اٹھایا اس نے ڈگلس آرتھر کو اغواء کر کے اس سے گولڈن ہلز کے تہ خانوں اور اس میں داخل ہونے سے متعلق ساری معلومات حاصل کر کے اسے ختم کر دیا اور یوں وہ عرفان کی مدد سے گولڈن ہلز کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اب ہر لیب سپارک کرنے لگا تھا۔ جس کا مطلب تھا ایکسٹو نے سب کو جانے کی اجازت دے دی ہے۔ سب ایک ساتھ اٹھ کر دانش منزل سے باہر آئے۔ سڑک کے کنارے عمران اور عرفان کی کاریں کھڑی تھیں۔ ایڈنا نے سرگوشی کی

مجھے گھر تک چھوڑ آؤ۔

عمران کو شرارت سوجھی اور عرفان کی کار کا دروازہ کھول کر ایڈنا سے کہا۔

بیٹھو منی! چھوڑ کر کیوں نہیں آئے گا اس طرح مجھے پیار سے کہا جائے تو میں سو بار لاؤں اور پھر چھوڑ کر بھی آؤں

ایڈنا نے اندر بیٹھتے ہوئے فٹ پاتھ پر کھڑی جولیا سے کہا۔

آجاؤ جولی!

عرفان نے بھی شرارت سے کام لیا اور جولی کا ہاتھ پکڑ کر عمران کی کار کے پاس لے گیا اور دروازہ کھول کر اسے اگلی سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

بیٹھو عمران بھائی تمہیں چھوڑ کر آئیں گے۔ سب نے ایک قہقہہ بلند کیا عمران اور عرفان اپنی کاریں سٹارٹ کر کے چلے گئے اور فٹ پاتھ پر اپنے موٹر سائیکل کے پاس کھڑا چوہان غصے میں اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

ختم شد